

مرزا غلام احمد قادیانی کا مقدمہ

عقل و انصاف کی عدالت میں

## اہم مباحث کی فہرست

- مرزا قادیانی کے خلاف استغاثہ
- ۲۷۲ باب اول حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت، کتاب و سنت، اجماع
- ۲۷۳ امت اور مرزا قادیانی کے الہامات سے
- ۲۸۸ باب دوم : مدعا علیہ نے اپنا عقیدہ بدل لیا
- ۲۹۰ باب سوم : مدعا علیہ کے تبدیلی عقیدہ کی بنیاد
- ۳۰۳ باب چہارم : سابقہ عقیدہ کے بارے میں مدعا علیہ کی عذر تراشیاں
- ۳۱۹ باب پنجم : مدعا علیہ کی اپنے سابقہ عقیدے کے بارے میں گل افشائیاں
- ۳۲۱ ایک اور قابل غور نکتہ
- ۳۲۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین
- ۳۲۴ باب ششم : مدعا علیہ کی گستاخیاں
- ۳۳۸ مسلمانوں نے نزول مسیح کی حقیقت کو نہیں سمجھا
- ۳۴۰ سلف صالحین صحابہ و تابعین کو بھی حقیقت معلوم نہیں
- ۳۴۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی
- ۳۴۲ پہلے اللہ تعالیٰ نے بھی نہیں سمجھا
- ۳۵۵ مرزا کا مقدمہ احکم الحاکمین کی عدالت میں
- ۳۵۹ علمائے امت کی طرف سے مرزا کو مباہلہ کی دعوت
- ۳۶۷ مرزا قادیانی کا مباہلہ سے گریز و فرار
- ۳۶۹ مولانا غزنوی سے حافظ محمد یوسف کا مباہلہ
- ۳۸۳ حافظ محمد یوسف کے مباہلہ کے نتائج
- ۳۸۴ مرزا قادیانی مباہلہ کے نتیجے میں
- ۳۸۷ مباہلہ کا انجام

## مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى :

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۹۱ء تک اس اسلامی عقیدہ کا اظہار کرتا رہا کہ قُرْبُ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، لیکن ۱۸۹۱ء میں اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اسے ”خاص الہام“ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ ”مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے۔ اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔“ (تذکرہ طبع سوم ص ۸۳۔ ازالہ ادہام ص ۵۶۱۔ ۵۶۲)

مرزا صاحب نے اس الہام کی بنیاد پر اسلامی عقیدہ سے انحراف کرتے ہوئے مسیح علیہ السلام کے فوت ہو جانے اور اپنے ”مسیح موعود“ ہونے کا اعلان کر دیا۔ زیرِ نظر رسالہ میں مرزا صاحب کے اس انحراف کے خلاف اہل عقل و فہم کی ”عدالتِ انصاف میں مقدمہ“ دائر کر کے ان سے دیانتدارانہ فیصلہ کی درخواست کی گئی ہے۔

رسالہ ایک ابتدائی، چھ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

○ ابتدائی میں اس مقدمہ کے تمہیدی امور درج ہیں۔

○ بابِ اول میں قرآن کریم، حدیث متواتر، اجماع امت اور مدعا علیہ

کے اہمات کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ جن کی بنا پر مدعا علیہ اسلامی عقیدہ

(حیات و نزول مسیح علیہ السلام) کا اعلان و اظہار کرتا تھا۔

○ باب دوم میں مدعا علیہ کے اسلامی عقیدہ سے انحراف کی تفصیل درج ہے۔

○ باب سوم میں مدعا علیہ کے تبدیلیٰ عقیدہ کی الہامی بنیاد پر بحث کی گئی ہے۔

○ باب چہارم میں مدعا علیہ کی ان عذر تراشیوں پر گفتگو کی گئی ہے جو اس نے اپنے سابقہ عقیدہ پر قائم رہنے کے بارے میں پیش کیں۔

○ باب پنجم میں ان گل افشانیوں کا ذکر ہے جو مدعا علیہ نے اپنے سابقہ اسلامی عقیدہ کے بارے میں کیں۔

○ باب ششم میں مدعا علیہ کے دو تعلق آمیز دعووں کا ذکر ہے جن سے مدعا علیہ کے بارے میں اہل عقل کو صحیح فیصلے کرنے میں مدد ملے گی۔

○ خاتمہ میں اس فیصلہ کا حوالہ دیا گیا ہے جو احکم الحاکمین کی عدالت نے مدعا علیہ کے بارے میں صادر فرمایا۔

اس رسالہ کی تالیف سے مقصود مدعا علیہ کی جماعت کی خیر خواہی ہے، کہ اگر توفیق الہی دستگیری فرمائے تو یہ حضرات فہم و انصاف سے کام لیں، مدعا علیہ کے بارے میں صحیح فیصلہ کر کے آخرت کے عذاب اور قہر الہی سے بچ جائیں، اور آنحضرت ﷺ کی امت کے ساتھ جنت میں جانے والے بن جائیں۔

مؤلف کو معلوم ہے کہ مذہبی تعصب، گروہی عصبیت اور شخصیت مفادات، دیانت و انصاف کے راستہ میں دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور دیانتدارانہ فیصلہ کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں، تاہم میں اپنے مخاطب حضرات سے خیر خواہانہ التجا کروں گا کہ عقیدہ کی تصحیح ہر شخص کا اولین فریضہ ہے، کل فروائے قیامت میں ہر شخص کو داورِ محشر کی عدالت میں پیش ہونا ہے، وہاں ہر شخص اپنا نامہ عمل ہاتھ میں لئے حاضر ہوگا، نہ اعوان و انصار

مدد کے لئے موجود ہوں گے، نہ چرب زبانی کام دے گی، نہ تاویلات و  
تسویلات کام آئیں گی۔ ہر شخص کو اپنے عقیدہ و عمل کے بارے میں خود  
جوابدہی کرنی ہوگی۔ مؤلف رسالہ ان تمام حضرات سے، جن میں فہم و انصاف  
کی کوئی رمت باقی ہے، نہایت خیر خواہی و دل سوزی کے ساتھ درخواست کرتا  
ہے کہ جو حقائق اس رسالہ میں پیش کئے گئے ہیں، ان پر غور فرما کر آج  
اپنے عقائد و اعمال کا میزانیہ درست فرمائیں، تاکہ کل داورِ محشر کے سامنے  
آپ کو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت  
سے نوازیں، اپنے انعام یافتہ بندوں کی راہ پر مرتے دم تک قائم رہنے کی  
توفیق عطا فرمائیں، اور ہر ضلالت و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین  
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ صفوة البریة  
سیدنا محمد النبی الامی والہ و صحبہ اجمعین۔

محمد نور محمد نور

خادم مجلس تحفظ ختم نبوت

۱۷/۱۱/۱۳۱۷ھ

بموز شنبہ

## ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى: اما بعد

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح موعود ہے، اور اس کے دعوے کی اصل بنیاد حضرت عیسیٰؑ کی حیات و وفات کا مسئلہ ہے، یعنی اگر قرآن و حدیث سے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ ثابت ہو تو مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے اور اگر وفات عیسیٰؑ کا عقیدہ ثابت ہو تو مرزا صاحب کا دعویٰ زیر بحث آسکتا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

”ایسے شخص کی نسبت، جو مخالف قرآن اور حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے ولایت کا گمان ہرگز نہیں کر سکتے، بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے، اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھائے تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا، بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ سب سے پہلے بحث کے لائق وہی امر ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ قرآن و حدیث اس دعوے کے مخالف ہیں، اور وہ امر مسیح ابن مریم کی وفات کا مسئلہ ہے، کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر درحقیقت قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ہی ثابت ہوتی ہے تو اس صورت میں پھر اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعویٰ پر ایک نشان کیا بلکہ لاکھ نشان بھی دکھائے تب بھی وہ نشان قبول کرنے کے لائق نہیں ہوں گے۔ کیونکہ قرآن ان کی مخالف شہادت دیتا ہے۔ غایت کار وہ استدراج سمجھے جائیں گے، لہذا سب سے اول بحث جو ضروری ہے، مسیح بن مریم کی وفات یا حیات کی بحث ہے، جس کا طے ہو جانا ضروری ہے، کیونکہ

مخالف قرآن وحدیث کے نشانوں کا ماننا مومن کا کام نہیں، ہاں ان نادانوں کا کام ہے جو قرآن وحدیث سے کچھ غرض نہیں رکھتے۔

(اشتراک بمقابل مولوی سید نذیر حسین صاحب سرگردہ اہل حدیث)

مندرجہ مجموعہ اشعارات مطبوعہ لندن ص ۲۳۹ ج ۱)

”ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے، اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچ ہیں، اور اگر وہ درحقیقت قرآن کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔“ (تحفہ گولڈیہ حاشیہ ص ۱۷۸ خزائن ص ۲۶۳ ج ۱۷)

مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ دونوں عبارتیں مزید کسی حاشیہ و تشریح کی محتاج نہیں، ان کا صاف صاف مدعا یہ ہے کہ اگر قرآن وحدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہو تو مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت سرے سے غلط ہے۔ اور اس صورت میں مرزا صاحب کو ولی یا مجدد تو کہا؟ مسلمان بھی تصور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اسے دائرہ اسلام سے خارج تصور کیا جائے گا، اور اگر وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں لاکھ نشان بھی دکھائے تو اسے مکر و فریب اور استدراج ہی سمجھا جائے گا۔ اور اگر قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں اور نہ انہیں دوبارہ دنیا میں آنا ہے تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ مرزا صاحب کا یا کسی اور مدعی مسیحیت کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہے؟ اور اس کے دلائل کیا ہیں؟۔ الغرض مرزا صاحب کا دعویٰ اسی وقت لائق التفات ہو سکتا ہے جبکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں امت اسلامیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا انتظار نہ رہے۔ لیکن اگر وہی عقیدہ صحیح اور ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہی

دوبارہ تشریف لائیں گے تو مرزا غلام احمد قادیانی یا کسی اور شخص کے ”صبح موعود“ بننے کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ کسی دوسرے شخص کو ”صبح موعود“ مانتے ہیں ان کے بارے میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ مومن نہیں بلکہ نادان ہیں جو قرآن اور حدیث سے کوئی غرض نہیں رکھتے۔

## مرزا قادیانی کے خلاف استغاثہ

مرزا صاحب کے اس اصول کو تسلیم کرتے ہوئے میں مسلمانوں کی جانب سے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف اہل عقل و دانش بالخصوص قادیانی برادری کی عدالت انصاف میں استغاثہ کرنا چاہتا ہوں۔ اور ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ انفرادی و اجتماعی غور و فکر کے بعد یہ منصفانہ فیصلہ کریں کہ مرزا غلام احمد صاحب کا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے کہ عیسیٰ مرگیا؟

### اثبات دعویٰ کے دو طریقے

تمام دنیا کی عدالتوں میں یہ اصول مسلم اور رائج ہے کہ کسی دعوے کے ثابت کرنے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ مدعی اپنے دعوے پر ثقہ گواہ پیش کر کے عدالت کو مطمئن کر دے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ خود عدالت کے روبرو مدعی کے دعوے کو صحیح تسلیم کر لے۔ یہ دوسری صورت اس اعتبار سے زیادہ مفید اور لائق و ثوق ہوتی ہے کہ اس صورت میں گواہوں کی جرح و تعدیل اور واقعات کی تحقیق و تفتیش میں عدالت کا وقت ضائع نہیں ہوتا، اور عدالت کو شرح صدر کے ساتھ فیصلہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس لئے میں اپنے دعوے کے ثبوت میں یہی دوسرا طریقہ اختیار کرنا چاہتا ہوں۔



## استغاثہ کی کہانی!

مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مسلمانوں کا استغاثہ یہ ہے کہ ایک شخص بقید حیات زندہ موجود ہے، مگر مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کی موت کا غلط افسانہ اڑا کر اس کی مسند و منصب پر خود قبضہ کر لیا ہے، جس شخصیت کو مردہ قرار دیکر مدعا علیہ نے اس کی جائیداد اپنے نام منتقل کرانے کا فریب کیا ہے اگر وہ کوئی لاوارث اور گنہگار شخصیت ہوتی تو شاید کسی کو مدعا علیہ کی اس جعل سازی اور غلط کارروائی کی جانب التفات نہ ہوتا، مگر ستم ظریفی تو یہ ہے کہ مدعا علیہ نے یہ سینہ زوری ایک ایسی شخصیت کے بارے میں روا رکھی ہے جس کے نام سے دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے، جس کا ہم نام پوری انسانی تاریخ میں کوئی دوسرا نہیں ہوا، اور جس کے کروڑوں نہیں بلکہ اربوں جاں نثار دنیا میں موجود ہیں، اور وہ شخصیت ہے سیدنا المسیح عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وسلم۔

مسلمانوں کے پاس حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ موجود ہونے کے

تین ثقہ گواہ موجود ہیں :

○ اللہ تعالیٰ

○ رسول اللہ ﷺ

○ امت اسلامیہ کے لاکھوں اکابر اولیاء اللہ اور مہدیین۔

لیکن ہم عدالت کا وقت بچانے کی خاطر خود اپنی طرف سے شہادت

پیش کرنے کے بجائے خود مدعا علیہ کا اقرار عدالت میں پیش کرتے ہیں کہ

حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور وہی دوبارہ تشریف لائیں گے۔

## باب اول

حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت، کتاب و سنت،

اجماع امت اور مرزا قادیانی کے الہامات سے

اس تمہید کے بعد یہ گزارش ہے کہ ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے دو دور ہیں، جب تک اس نے اپنی مسیحیت کا اعلان نہیں کیا تھا اس وقت تک وہ اس بات کا قائل تھا کہ قرآن کریم، حدیث نبوی ﷺ اور اجماع امت کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری ثابت ہے۔ نیز اس وقت مدعا علیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا الہام بھی ہوا تھا۔ اس دور میں مدعا علیہ نے جو اقراری بیان دئے تھے ان کو حسب ذیل عنوانات کے تحت ملاحظہ فرمائیے :

- حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن کریم سے۔
  - حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت ارشاد نبویؐ سے۔
  - حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت اجماع امت سے۔
  - حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت مرزا غلام احمد کے الہام سے۔
- ان چار مباحث کو چار فصلوں میں ذکر کرتا ہوں :

## فصل اول

حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت، قرآن کریم سے

مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی پہلی الہامی کتاب ”براہین احمدیہ“

میں لکھتا ہے :

”هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہرہ  
 علی الدین کلہ“۔

”یہ آیت جسمانی اور سیاست مکی کے طور پر حضرت مسیح کے  
 حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے  
 کہ وہ غلبہ حضرت مسیح کے ذریعے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت  
 مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین  
 اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا..... حضرت مسیح پیش  
 گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۲۹۸، ۲۹۹)

اس بیان میں مدعا علیہ صاف اقرار کرتا ہے کہ :

○ حضرت مسیح علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

○ ان کی آمد سے دین اسلام تمام عالم میں پھیل جائے گا اور ان

کے ذریعہ دین اسلام کو غلبہ کاملہ نصیب ہوگا۔

○ مدعا علیہ یہ بھی صاف صاف اقرار کرتا ہے کہ قرآن کی مندرجہ

بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کی

پیش گوئی فرمائی ہے۔ اور وہی اس پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی طور پر

مصداق ہیں۔

اور مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی آخری تصنیف چشمہ معرفت

میں، جو اس کی وفات سے دس دن پہلے شائع ہوئی، لکھتا ہے :

”هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہرہ

علی الدین کلہ“۔

”یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت

اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب

کردے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

(پشتر معرفت ص ۸۳ روحانی خزائن ص ۹۱ ج ۲۳)

مدعا علیہ نے اپنی آخری کتاب میں بھی وہی بات لکھی ہے جو سب سے پہلی کتاب میں لکھی تھی کہ اس آیت شریفہ میں جس عالمگیر غلبہ اسلام کی پیش گوئی کی گئی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں ہوگا۔ مگر یہاں ہمارے مدعا علیہ کی اس تحریر میں دو فرق نظر آتے ہیں۔

اول: یہ کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لکھنے سے شرماتا ہے، اور اس کی جگہ ”مسیح موعود“ کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ حالانکہ مدعا علیہ سے پہلے ”مسیح موعود“ کی اصطلاح کسی نے استعمال نہیں کی۔

دوم: یہ کہ وہ ۱۳ صدیوں کے تمام بزرگان دین اور اکابر امت کا اجماع نقل کرتا ہے کہ اس آیت میں جو پیش گوئی کی گئی ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں پوری ہوگی۔ اس غبارت سے دو باتیں صاف طور پر ثابت ہو جاتی ہیں۔

○ تیرہ صدیوں کے سب اکابر اس پر متفق ہیں کہ آخری زمانے میں حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے جن کے ہاتھ سے اسلام تمام آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا، اور اسلام کے سوا تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے۔ اور یہ کہ اس آیت شریفہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

○ ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ سے اسلام کا یہ عالمگیر غلبہ نہیں ہوا، اس کو مرے ہوئے بھی ایک صدی گذر رہی ہے لیکن غلبہ اسلام کے دور و نزدیک کوئی آثار نہیں۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ جب سے مدعا علیہ نے ”مسیح“ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اسلام کمزور سے

کنزور تر ہو رہا ہے، اور کفر ترقی پذیر ہے۔ لہذا دعا علیہ کا ”مسح موعود“ ہونے کا دعویٰ غلط اور جھوٹ ہے اور واقعات کا مشاہدہ گواہی دیتا ہے کہ دعا علیہ ”مسح موعود“ نہیں، بلکہ ”مسح کذاب“ ہے۔

## فصل دوم

حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت احادیث نبوی سے!

دعا علیہ مرزا غلام احمد گلویانی یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آثار مرویہ سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ ثابت ہے، اس لئے اپنے نبی کے آثار مرویہ کی پیروی کرتے ہوئے وہ بھی ایک زمانے میں یہی عقیدہ رکھتا تھا۔ معزز عدالت، دعا علیہ کا مندرجہ ذیل بیان بغور ملاحظہ فرمائے:

”میں نے براہین میں جو کچھ مسح بن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھکے ہوئے ہیں، سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے لکھ دیا تھا کہ میں صرف مثیل موعود ہوں اور میری خلافت صرف روحانی خلافت ہے، لیکن جب مسح آئے گا تو اس کی ظاہری اور جسمانی طور پر خلافت ہوگی، یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے، جو مسلم کو کمال از اکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔“

۱) ازالہ لوہام ص ۸۳ طبع مجب (مدخلی خزائن ص ۱۶۱ ج ۳)

دعا علیہ کے مندرجہ بالا اقتباس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

اول: مسلمانوں کا مشہور عقیدہ یہی چلا آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔  
 دوم: مدعا علیہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے براہین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے اور ظاہری و جسمانی خلافت پر فائز ہونے کا عقیدہ درج کیا ہے۔

سوم: جب تک مدعا علیہ پر بذریعہ الہام براہ راست الہامی انکشاف نہیں ہوا تھا تب تک اس کا عقیدہ بھی اپنے نبی کے آثار مرویہ کی ”سرسری پیروی“ میں یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہی بنفس نفیس تشریف لاکر خلافت پر فائز ہوں گے۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ مدعا علیہ جس شخصیت کو اس وقت اپنا نبی سمجھتا تھا، یعنی آنحضرت ﷺ ان کے آثار مرویہ اور احادیث طیبہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات و نزول کا مسئلہ ذکر فرمایا گیا ہے، جس کی پیروی ہر اس شخص پر لازم ہے جو اپنے کو نبی کا امتی مانتا ہو۔ چنانچہ مدعا علیہ بھی جب تک آنحضرت ﷺ کو واجب الاتباع سمجھتا رہا، آپ کے ارشادات کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات و نزول کا معتقد رہا۔

## فصل سوم

حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت لاجماع امت سے

مدعا علیہ یہ بھی حلیم کرتا ہے کہ تیرہ صدیوں سے نسلاً بعد نسل اور قرناً بعد قرن مسلمانوں کا یہی عقیدہ چلا آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور کسی زمانہ میں وہ خود دوبارہ تشریف لائیں گے۔ گویا مدعا علیہ مرزا غلام احمد کو اقرار ہے کہ ہمیشہ سے مسلمانوں کا اجماعی اور متواتر

عقیدہ یہی رہا ہے جو عقیدہ کہ آج امت اسلامیہ کا ہے۔ معزز عدالت، مدعا علیہ کی حسب ذیل تصریحات بغور ملاحظہ فرمائے:

○ ”ایک دفعہ ہم ولی میں گئے تھے ہم نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ تم نے حیوہ سو برس سے یہ نسخہ استعمال کیا کہ... حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر بٹھلایا۔ مگر اب دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں وہ استعمال کر کے دیکھو اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو..... وفات شدہ مان لو۔“ (ملفوظات جلد دہم ص ۳۰۰ مطبوعہ ریحہ)

○ ”مسح بن مریم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بلا اتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی، تو اتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے، انجیل بھی اس کی مصدق ہے، اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں، درحقیقت ان لوگوں کا کلام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا۔“ (ازالہ اوہام ص ۲۳۱ طبع پنجم)

○ ”مسح موعود (عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری) کے بارے میں جو احادیث میں پیش گوئی ہے وہ ایسی نہیں کہ جس کو صرف ائمہ حدیث نے چند روایتوں کی بنا پر لکھا ہو بس۔ بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیش گوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلی آتی ہے، گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیش گوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں، کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتداء سے یاد کرتے چلے آتے تھے۔“ (شہادت القرآن ص ۸، خزائن ص ۳۰۴ ج ۶)

○ ”اس امر بے کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسح

موعود (عیسیٰ بن مریم کے دوبارہ آنے) کی کھلی کھلی پیش گوئی موجود ہے بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا۔

(شادات القرآن ص ۲۔ روحانی خزائن ص ۲۹ ج ۶)

○ ”یہ خبر مسیح موعود (عیسیٰ علیہ السلام) کے آنے کی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانہ میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی رو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آئی ہے، صدی وار مرتب کر کے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزارہا سے کچھ کم نہیں ہوں گی۔“

(شادات القرآن ص ۲۔ خزائن ص ۲۹۸ ج ۶)

معا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تصریحات سے واضح ہوا کہ :

○ تیرہ سو سال سے مسلمانوں کا یہی عقیدہ چلا آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے مرزا غلام احمد کے دعویٰ مسیحیت تک تیرہ صدیاں ہی گزری تھیں۔

○ مسلمان اباً عن جد یہی عقیدہ سکھاتے چلے آئے ہیں اور یہ عقیدہ ہمیشہ سے ان کے رگ و ریشہ میں داخل رہا ہے۔

○ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ان ارشادات نبویہ پر مبنی ہے جن کو تواتر کا اول درجہ حاصل ہے۔

○ تیرہ صدیوں کے کل مسلمان اور ان کا ہر ہر فرد اس عقیدے کی صحت کا گواہ رہا ہے۔

○ یہ عقیدہ علم عقائد وغیرہ کی ہزارہا اسلامی کتابوں میں صدی وار



اشاعت پذیر ہوتا رہا ہے۔

○ ایسے متواتر عقیدہ سے انکار کر دینا یا اس میں شک و شبہ کا اظہار کرنا سب سے بڑھ کر جہالت اور بصیرت دینی اور حق شناسی سے یکسر محرومی کی علامت ہے۔

○ یہاں مدعا علیہ کے الہامی فرزند اور اس کے خلیفہ دوم مرزا کی شہادت بھی پیش کرنا چاہتا ہوں، وہ لکھتے ہیں :

”پچھلی صدیوں میں قریباً سب دنیا کے مسلمانوں میں مسیح کے زندہ ہونے پر ایمان رکھا جاتا ہے، اور بڑے بڑے بزرگ اس عقیدہ پر فوت ہوئے..... حضرت مسیح موعود (غلام احمد مدعا علیہ) سے پہلے جس قدر اولیاء صلحاء گزرے ان میں ایک بڑا گروہ عام عقیدہ کے ماتحت حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ خیال کرتا تھا۔“

(صرف بڑا گروہ نہیں بلکہ بلا استثناء امت اسلامیہ کے ہر ایک فرد کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ ناقل) ”حقیقۃ النبوت“ مصنف مرزا محمود ص ۱۳۲

○ نیز اس ضمن میں لاہوری گروپ کے امیر اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پُر جوش مرید مسٹر محمد علی ایم اے کی محمود شہادت بھی ملاحظہ فرمائی جائے :

”بانی فرقہ احمدیہ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے چچاس یا اس سے بھی زیادہ کتابیں پبلک میں شائع کی ہیں، جن تمام میں یا ان میں سے بہت سی کتابوں میں اس نے جملہ کے قطعاً حرام ہونے اور خونِ ممدی کے عقائد کے جھوٹے ہونے پر زور دیا ہے۔ اگر کوئی خاص اصول احمدیہ فرقہ کا سب سے بڑا قرار دیا جاسکتا ہے تو وہ دو متذکرہ بالا خطرناک اصولوں کی، جو تیرہ صدیوں سے مسلمانوں میں چلے آتے تھے، بیخ کنی کرتا ہے۔“

(ریویو آف ریلیجیوز جلد ۳ شمارہ ۳ ص ۹۰ بہت ماہ مارچ ۱۹۰۳ء)

مندرجہ بالا حوالوں میں مدعا علیہ اور اس کے حواریوں کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہے کہ تیرہ سو سال سے اباً عن جد مسلمانوں کا یہی عقیدہ چلا آتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور آخری زمانے میں وہی دوبارہ تشریف لائیں گے، لیکن مدعا علیہ تیرہ سو سال بعد امت اسلامیہ کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ ایک متواتر اسلامی عقیدے کو خیر باد کہہ کر ایک نیا نسخہ آزمائے، جو خود مدعا علیہ نے تجویز کیا ہے، یا بقول اس کے اس پر منکشف ہوا ہے۔

یہاں میں معزز عدالت کو اس قانونی نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کسی مسلمان کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ کوئی نیا عقیدہ اختیار کر لے؟ معزز عدالت کو صدیق اکبرؓ کی پہلی تقریر کا یہ فقرہ یاد ہوگا:

”لوگو! میں تو صرف پیروی کرنے والا ہوں نئی بات ایجابو کرنے والا نہیں ہوں۔“

اس اصول کی روشنی میں ایک مسلمان کو سب سے زیادہ یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی عقیدے کے بارے میں پوری طرح یہ اطمینان کر لے کہ آیا یہ عقیدہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور سے چلا آتا ہے؟ یا خیر القرون کے بعد کی پیداوار ہے؟ لیکن جب یہ اطمینان ہو جائے کہ فلاں عقیدہ خیر القرون سے متواتر چلا آتا ہے تو اس کے بعد کسی مسلمان کو اس پر اعتراض کرنے یا اس سے انحراف کرنے کا حق حاصل نہیں، جس شخص کو اسلام کے کسی متواتر عقیدے پر نکتہ چینی کا شوق ہو اس کا فرض ہے کہ مسلمانوں کی صف سے نکل کر غیر مسلموں کی صف میں کھڑا ہو جائے، اس کے بعد بصد شوق اسلام کے متواترات و مسلمات کو ہدف اعتراض بنائے۔

ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ منطق ناقابلِ فہم ہے کہ وہ

حیات عیسیٰ کے عقیدے کو تیرہ صدیوں سے متواتر بھی تسلیم کرتا ہے اور پھر اسے تبدیل کر کے ایک نیا نسخہ استعمال کرنے کا بھی مشورہ دیتا ہے، حالانکہ وہ یہ اصول تسلیم کرتا ہے کہ :

”حدیثوں کا وہ دوسرا حصہ جو تعال کے سلسلہ میں آگیا اور کروڑ ہا مخلوقات ابتدا سے اس پر اپنے عملی طریق سے محافظ اور قائم چلی آئی ہے اس کو ظنی اور شکی کیوں کر کہا جائے؟ ایک دنیا کا مسلسل تعال جو بیٹوں سے باپوں تک، اور باپوں سے دادوں تک، اور دادوں سے پڑدادوں تک بدیہی طور پر مشہور ہو گیا، اور اپنے اصل مبداء تک اس کے آثار اور انوار نظر آگئے اس میں تو ایک ذرہ گنجائش نہیں رہ سکتی، اور بغیر اس کے انسان کو کچھ نہیں بن پڑتا کہ ایسے مسلسل عمل در آمد کو اول درجے کے یقینیات میں سے یقین کرے، پھر جب کہ ائمہ حدیث نے اس سلسلہ تعال کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا، اور امور تعالیٰ کا اسناد راست گو اور متدین راویوں کے ذریعہ آنحضرت ﷺ تک پہنچا دیا تو پھر بھی اس پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔“

(شہادت القرآن ص ۸- روحانی خزائن ص ۳۰۳)

آپ مدعا علیہ کی زبان سے سن چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا آسمان پر زندہ ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں تشریف لانا امت اسلامیہ کا تیرہ سو سال سے متواتر عقیدہ رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے متواتر ارشادات میں، جن کو تواتر کا اول درجہ حاصل ہے، یہی عقیدہ بیان ہوا ہے، اور خیر القرون میں یہ عقیدہ وہاں وہاں تک پہنچا ہوا تھا جہاں کہیں ایک مسلمان بھی آباد تھا۔ انصاف فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر اس عقیدہ کی حقانیت کا اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟

اس کے بعد بھی جو شخص اس عقیدے پر زبانِ طعن دراز کرتا ہے، اسلام کی مسلسل اور متواتر تاریخ کی تکذیب کرتا ہے، اسلام کے متواترات و قطعیات کو، جن کی پشت پر تیرہ سو سالہ امت کا تعامل موجود ہے، جھٹلانے کی جرات کرتا ہے۔ انصاف کیجئے کہ کیا ایسا شخص مسلمان کہلانے کا مستحق ہے؟

بہر حال ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ مشورہ کہ :

”تم نے تیرہ سو برس سے یہ نسخہ استعمال کیا کہ حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر بٹھایا مگر اب دوسرا نسخہ ہم بتاتے ہیں وہ استعمال کر کے دیکھو اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو وفات شدہ مان لو“۔

(مانوفات ص ۳۰۰ ج ۱۰)

کسی مسلمان کے لئے لائقِ التفات نہیں ہو سکتا، کیونکہ کسی مسلمان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اسلام کے متواتر و مسلسل عقیدہ کو بدل ڈالنے کی جرات کرے۔ اور جو شخص ایسی جرات کرے وہ مسلمان نہیں، بلکہ اسلام کا دشمن ہے۔

## فصل چہارم

حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت مدعا علیہ کے الہام سے

یہاں تک حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن مجید سے، احادیث متواترہ سے، اور امت اسلامیہ کے مسلسل اور غیر منقطع تعامل سے باقرار مدعا علیہ پیش کیا جا چکا ہے۔ اب ذیل میں معزز عدالت کی خدمت میں اس عقیدہ کا ثبوت خود مدعا علیہ، مرزا غلام احمد قادیانی کے الہام سے پیش کرنا چاہتا ہوں:

○ اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں قرآن کریم کی آیت: **هو الذی ارسل رسوله کی ”الہامی تفسیر“ کرتے ہوئے مدعا علیہ لکھتا ہے:**

”لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے..... سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتدا سے اس عاجز کو بھی شریک رکھا ہے، یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے، اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔“ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸، ۴۹۹)

یعنی مدعا علیہ کو الہام کے ذریعہ اس آیت کریمہ کی جو تفسیر سمجھائی گئی ہے، اس کے نکات یہ ہیں:

○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے دو دور ہیں، پہلا دور رفع آسمانی سے قبل کا، اور دوسرا دور ان کی آمد ثانی کا۔

○ پہلے دور میں ان کی حالت غربت و انکساری کی تھی، اور دوسرے دور میں ان کی آمد شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ ہوگی۔

○ مدعا علیہ (مرزا غلام احمد) پر ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کی حالت حضرت مسیح علیہ السلام کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔

○ چونکہ مدعا علیہ کو حضرت مسیح علیہ السلام سے مشابہت تامہ حاصل ہے اس لئے مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کی پیش گوئی میں اس کو بھی ابتداء ہی سے شریک کیا گیا ہے۔

○ مدعا علیہ کو الامام کے ذریعہ بتایا گیا کہ قرآن مجید کی مندرجہ بالا پیش گوئی (ہوالذی ارسل رسولہ الآیہ) کا ظاہری اور جسمانی مصداق حضرت مسیح علیہ السلام ہیں اور روحانی و معنوی طور پر اس کا مورد مدعا علیہ ہے۔

مدعا علیہ کی مندرجہ بالا عبارت میں فاضل عدالت کے لئے جو امر خاص طور پر لائق توجہ ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت قطعی الثبوت ہے اور مدعا علیہ نے ”اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے“ کہہ کر اس کی جو الہامی تفسیر کی ہے وہ بھی مدعا علیہ کے نزدیک قطعی ہے کہ یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی ظاہری و جسمانی آمد کی پیش گوئی ہے..... پس قرآن مجید کی آیت اور مدعا علیہ کی الہامی تفسیر دونوں مل کر حضرت مسیح علیہ السلام کی ظاہری اور جسمانی آمد ثانی کو قطعی بنادیتے ہیں، جس کے بعد اس مسئلہ میں (کم از کم مدعا علیہ کو صاحب الامام ماننے والوں کے لئے) کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

○

○ اسی کتاب میں مدعا علیہ (مرزا غلام احمد قادیانی) اپنا ایک الامام ان الفاظ میں نقل کرتا ہے:

”عسلی ربکم ان یرحم علیکم‘ وان عدتم عدنا“ وجعلنا جہنم للکافرین حصیرا“○-

اور پھر اس کی مندرجہ ذیل تشریح کرتا ہے:

”خدا تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے“

اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے، اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے، یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ہونے کا اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضح اور آیاتِ بینہ سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ بجزین کے لئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا، اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے، اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے، اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا، اور جلال الہی گمراہی کے حتم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کر دے گا۔ اور یہ (مرزا غلام احمد کا) زمانہ، اس زمانہ کے لئے (جس میں عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے) بطور اربابص کے واقع ہوا ہے۔ یعنی اس وقت جلالی طور پر خدا تعالیٰ اتمامِ حجت کرے گا، اب بجائے اس کے جہلی طور پر یعنی رفق اور احسان سے اتمامِ حجت کر رہا ہے۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۵)

نوٹ: مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات کا مجموعہ تذکرہ کے نام سے ربوہ سے شائع ہوا ہے اس میں فاضل مرتب نے زیر بحث الہام۔ عسلی ربکم ان یرحم علیکم الخ پر حسب ذیل نوٹ لکھا ہے:

”حضرت اقدس نے اس الہام کو اربعین نمبر ۲ کے نمبر ۵ پر اور اس کے علاوہ کئی اور مقالات پر بھی بحوالہ براہین احمدیہ ان یرحمکم درج فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علیٰ کا لفظ سہوکتبت ہے۔“

(تذکرہ طبع سوم ص ۷۹)

مدعا علیہ کے اس الہام اور اس کی تشریح سے واضح ہو جاتا ہے کہ مدعا علیہ کو قطعی الہام ہوا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور وہ براہین احمدیہ کے زمانہ میں خود اپنے الہام کی روشنی میں بھی یہی عقیدہ رکھتا تھا۔

## باب دوم

### مدعا علیہ نے اپنا عقیدہ بدل لیا

فاضل عدالت کے روبرو مدعا علیہ، مرزا غلام احمد قادیانی کا اقراری بیان گزشتہ سطور میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد مدعا علیہ کے گریز و فرار پر بحث کرنے کی حاجت نہیں رہ جاتی، کیونکہ یہ اصول بھی تمام عدالتوں میں تسلیم شدہ ہے کہ اقرار کے بعد مدعا علیہ کا انکار معتبر نہیں ہوا کرتا، خود مدعا علیہ بھی اس اصول کو تسلیم کرتا ہے کہ:

”جناب من! اقرار کے بعد کوئی قاضی انکار نہیں سن سکتا۔“

(اعجاز احمدی ص ۳۰)

لہذا مدعا علیہ ہزار بار بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آمدِ ثانی کا انکار کرتا رہے کہ اقرار کے بعد یہ انکار عدالت کی نظر میں لغو اور لایعنی تصور کیا جائے گا۔

تاہم تکمیل بحث کی خاطر میں چاہتا ہوں کہ معزز عدالت کے سامنے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اسلامی عقیدہ سے انحراف اور گریز و فرار کی داستان بھی پیش کر دی جائے، تاکہ فاضل عدالت کو اندازہ ہو سکے کہ مدعا علیہ کا گریز و فرار کہاں تک اخلاص و صداقت پر مبنی ہے؟

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے چالیس سال کی عمر میں اپنی الہامی زندگی کا آغاز اپنی پہلی الہامی کتاب براہین احمدیہ سے کیا تھا، اور اس میں قرآن مجید کی آیت: هو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ الایہ کے تحت یہ عقیدہ درج کیا تھا کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف



لائیں گے۔“ اور یہ کہ :

○ ”— اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔ اور حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معنوی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔“ (براہین احمدیہ ص ۴۹۹)

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۰۵ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا عقیدہ اپنے ایک الہام کی تشریح کرتے ہوئے درج کیا۔ پھر براہین احمدیہ کی اشاعت کے دس بارہ برس بعد تک مدعا علیہ اسی عقیدہ پر قائم رہا۔ چنانچہ وہ خود لکھتا ہے :

○ ”— پھر میں قریباً“ بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے، بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین احمدیہ میں مسیح موعود قرار دیا ہے، اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا، اور جب بارہ برس گزر گئے، تب وہ وقت آگیا کہ مجھ پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔“

(عاجز احمدی ص ۷۔ روحانی خزائن ص ۱۳ ج ۱۹)

○ ”— میں نے براہین احمدیہ میں یہ اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر واپس آئیں گے، مگر یہ بھی میری غلطی تھی جو اس الہام کے مخالف تھی جو براہین احمدیہ میں ہی لکھا گیا تھا، کیونکہ اس الہام میں خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ رکھا، اور مجھے اس قرآنی پیش گوئی کا مصداق ٹھہرایا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے خاص تھی، وہ آیت یہ ہے : هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔“ (ایام السَّلٰطٰن ص ۴۶، خزائن ۲۷۲ ج ۱۳)

لیکن دس بارہ سال بعد مدعا علیہ کی زندگی میں ایک نیا تغیر پیدا ہوا اور اس نے اپنی سابقہ تحریرات کو پشت انداز کرتے ہوئے یکایک یہ اعلان کر دیا کہ عیسیٰ

علیہ السلام مرچکے ہیں، اور ان کی جگہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ”مسح موعود“ اور ”عیسیٰ بن مریم“ بنا کر کھڑا کر دیا ہے اور قرآن کی جو پیش گوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی سے مخصوص تھی اب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے متعلق کر دی ہے۔

یہاں سے مدعا علیہ کے اعتقاد کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور کے بارے میں معزز عدالت کو تین تنقیحات کا جائزہ لینا ہوگا۔

- مدعا علیہ نے اپنا عقیدہ کیوں تبدیل کیا اور اس کی بنیاد کیا تھی؟
- مدعا علیہ نے اپنے سابقہ اعتقاد کے بارے میں کیا عذر پیش کئے؟
- دوسرے دور میں مدعا علیہ نے اپنے سابقہ عقیدہ کے بارے میں کن خیالات کا اظہار کیا؟

ان تین مباحث کو ذیل کے ابواب میں ذکر کیا جاتا ہے۔

## باب سوم

### مدعا علیہ کے تبدیلی عقیدہ کی بنیاد

اس سوال کا جواب معزز عدالت کو مدعا علیہ کی مندرجہ ذیل تصریحات سے

بوضاحت معلوم ہو جائے گا:

○ ”یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح بن مریم آسمان سے نازل ہوگا، مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی، مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا، اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے، اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر

حاصل نہ کرنا چاہا، بلکہ اس وحی کی تویل کی، اور اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا، اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے۔“ (حقیقت الوحی ص ۱۳۹۔ خزائن ج ۱۵۳ ج ۲۲)

○ ”اور مجھے یہ کب خواہش تھی کہ میں مسیح موعود بننا، اور اگر مجھے یہ خواہش ہوتی تو براہین احمدیہ میں اپنے پہلے اعتقاد کی بنا پر کیوں لکھتا کہ مسیح آسمان سے آئے گا؟ حالانکہ اسی براہین میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا ہے، پس تم سمجھ سکتے ہو کہ میں نے پہلے اعتقاد کو نہیں چھوڑا تھا جب تک خدا نے روشن نشانوں اور کھلے کھلے الہاموں کے ساتھ نہیں چھڑایا۔“ (نثر حقیقت الوحی ص ۲۲۔ خزائن ص ۶۰۲ ج ۲۲)

○ ”میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوگا، اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا، اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں، وہ سب میری طرف منسوب کر دیں، اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے، مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔“

اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے، اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس زمانہ اور اس امت کے لئے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔“ (براہین پنجم ص ۸۵ خزائن ص ۱۱۱ ج ۲۱)

مدعا علیہ کی اس قسم کی تصریحات اس کی کتابوں میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مگر میں سردست انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ مندرجہ بالا عبارتوں میں مدعا علیہ تسلیم

”کرتا ہے کہ:

○ اسے براہین احمدیہ کے الہام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کما تھا، اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے اسے آگاہ کر دیا تھا کہ وہی مسیح موعود ہے، اور خدا رسول نے اسی کے آنے کی خبر دی تھی۔ اور قرآن کریم کی ان تمام آیات کو جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی پیش گوئی تھی، اس کی طرف منسوب کر دیا تھا۔

○ مدعا علیہ دس بارہ برس تک اس متواتر الہام کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس لئے اس نے اس متواتر الہام کے ظاہری معنی مراد لینے سے اجتناب کیا۔ اور اپنا عقیدہ وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔

○ بارہ سال بعد مدعا علیہ کو متواتر الہامات کے ذریعہ انکشاف ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں، اور ان کی جگہ مدعا علیہ کو مسیح موعود نامزد کر دیا گیا ہے۔

○ اس سے یہ بات صاف ہو گئی کہ جب تک مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ..... بقول اس کے ..... متواتر الہامات کے ذریعہ نہیں بتایا گیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں تب تک اس کے سابقہ عقیدے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، یہ تبدیلی اس وقت ہوئی جب مدعا علیہ کو الہام کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات معلوم ہوئی۔ لہذا مدعا علیہ کی تبدیلی عقیدہ کی بنیاد اس کا الہام، یا الہامی انکشاف ہے۔ اس انکشاف کے بعد مدعا علیہ نے قرآن کریم کی متعدد آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا عقیدہ کشید کرنے کی کوشش کی۔ یہ آیات حالانکہ قرآن کریم میں اس وقت بھی موجود تھیں جب مدعا علیہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ رقم کر رہا تھا۔ مگر نہ مدعا علیہ کے ذہن نارسا کی رسائی ان سے ”موت مسیح“ تک ہوئی، اور نہ پہلے اکابر امت نے ان آیات سے

”فات مسیح“ کا عقیدہ کشید کیا۔

اب میں معزز عدالت کے سامنے مدعا علیہ کی اس ”الہامی بنیاد“ کے بارے میں چند معروضات پیش کرتے ہوئے عدالت سے حق کوشی و انصاف پروری کی درخواست کروں گا۔

اول: گزشتہ سطور میں واضح کیا جا چکا ہے کہ مدعا علیہ نے قرآن کریم کی آیات، آنحضرت ﷺ کے آثار مرویہ اور امت اسلامیہ کے تعامل و تواتر کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں درج کیا تھا جس پر بارہ سال تک قائم رہا اور اس کی نشر و اشاعت کرتا رہا، اب عدالت کو جس نکتہ پر سب سے پہلے غور کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جو عقیدہ مدعا علیہ کے بقول قرآن و حدیث اور امت اسلامیہ کے تعاملی تواتر سے ثابت ہو، کیا اس کو محض الہام کی بنا پر تبدیل کرنا جائز ہے؟ ہمارا موقف یہ ہے کہ اگر کسی کو ایسا الہام ہو تو خود اس الہام میں تو تاویل کی جاسکتی ہے، مگر اس کی بنیاد پر کسی عقیدہ میں تبدیلی پیدا کرنا صحیح نہیں۔ اگر میں اس نکتہ پر اسلامی لٹریچر کے حوالے دوں گا تو بحث طویل ہو جائے گی اس لئے میں اس نکتہ پر بھی مدعا علیہ کا حوالہ پیش کر دینا ہی مناسب سمجھتا ہوں۔ موصوف لکھتے ہیں:

”قرآن کریم کی رو سے الہام اور وحی میں دخل شیطان ممکن ہے۔ اور پہلی کتابیں توریت اور انجیل اس دخل کی مصدق ہیں، اور اسی بنا پر الہام ولایت یا الہام عامہ مومنین بجز موافقت و مطابقت قرآن کریم کے حجت بھی نہیں۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۹-۴۰ خزائن ص ۳۳۰ ج ۳)

مدعا علیہ کا یہ الہام کہ عیسیٰ مرگیا ہے، چونکہ خود اسی کی سابقہ تصریحات کے مطابق قرآن کریم اور آثار نبویہ کے خلاف ہے۔ اس لئے اس الہام پر اعتماد کرتے ہوئے تبدیلی عقیدہ کی جرأت، ایک بے جا جرأت نہیں تو اور کیا ہے؟

دوم: آغاز بحث میں مدعا علیہ کا یہ فقرہ نقل کرچکا ہوں کہ :

”ایسے شخص کی نسبت‘ جو مخالف قرآن و حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے، ولایت کا گمان ہرگز نہیں کر سکتے، بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھنا چاہئے، اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھادے تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا، بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے۔“

عرض کیا جاچکا ہے کہ مدعا علیہ ایک عرصہ تک حیاتِ عیسیٰ کا قائل اور مبلغ و مبلغ رہا ہے، سوال یہ ہے کہ مدعا علیہ کا پہلا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف تھا، تو وہ اپنی گزشتہ بلا تصریح کے مطابق بلون برس تک دائرہ اسلام سے خارج رہا۔ معزز عدالت کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ ایسا شخص جو بلون برس تک دائرہ اسلام سے خارج رہا ہو کیا وہ یکایک الہام کے ذریعہ مسیح موعود بنا دیا جاتا ہے؟ اور کیا ایسے شخص کا الہام، حجت شرعی ہونا تو کجا؟ لائق التفات بھی ہو سکتا ہے؟ اور اگر مدعا علیہ کا نیا عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ جیسا کہ اس کی گزشتہ تصریحات سے یہی عیاں ہوتا ہے، تو وہ اس نئے عقیدے کو اپنا کر دائرہ اسلام سے خارج ہوا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسے شخص کو ”مسیح موعود“ مان لینا عقل و انصاف کی رو سے جائز ہے؟

مختصر یہ کہ مدعا علیہ کے دو متناقض عقیدوں میں سے ایک تو لامحالہ قرآن و حدیث کے خلاف ہوگا۔ اس سے مدعا علیہ کا خود اس کی تصریح کے مطابق خارج از اسلام ہونا لازم آتا ہے اور ایسے شخص کے الہام کو ماننا مدعا علیہ کے بقول ”بمومن کا کام نہیں، بلکہ ان نادانوں کا کام ہے جو قرآن اور حدیث سے کوئی غرض نہیں رکھتے۔“

(اشہار بہ قتال سید نذیر حسین صاحب مندرجہ مجموعہ اشہارات جلد اول ص ۲۲۷)

سوم: گزشتہ سطور میں مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ تیرہ

سو سئل سے امت کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ "آسمان پر زندہ ہیں۔  
لہذا مدعا علیہ کا جدید الہامی عقیدہ امت کے اعتقادی تواتر کے خلاف ہے، اور  
ایسے شخص کے بارے میں مدعا علیہ کی رائے یہ ہے:

”○ من زاد علی هذه الشريعة مثقال ذرة او نقص منها  
او کفر بعقیده اجماعیہ فعلیہ لعنة الله والملائكة والناس  
اجمعین۔“

”○ وہ کہہ۔ بمقدار یک ذرہ بریں شریعت زیادہ کرو، یا کم نمود، یا انکار  
عقیدہ اجماعیہ کرو پس برولنت خدا و لنت فرشتگان و لنت ہمہ  
آدمیوں۔“ (انجم آختم ص ۴۳)

ترجمہ ”اور جو شخص اس شریعت میں ایک ذرہ کا اضافہ کرے، یا  
اس میں کمی کرے، یا کسی عقیدہ اجماعیہ کا انکار کرے اس پر اللہ کی  
لنت، فرشتوں کی لنت اور تمام آدمیوں کی لنت۔“

”○ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک  
ذرہ زیادہ کرے، یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان  
اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کا  
اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا، اور وہ امور جو اہلسنت کی اجتماعی رائے  
سے اسلام کہلاتے ہیں، ان سب کا ماننا فرض ہے۔ (اور فرض کا منکر بے  
ایمان اور برگشتہ از اسلام ہی کہلائے گا۔ ناقل)“

(ایام السخ اردو ص ۸۷، ۹۷)

مدعا علیہ کے ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص امت کے اجماعی  
عقیدہ خصوصاً "عقیدہ اہل سنت کا منکر ہو اس پر خدا کی لنت، فرشتوں کی لنت  
اور سارے انسانوں کی لنت!۔ ایسا ملعون اور ازلی بد بخت بے ایمان ہے، اسلام  
سے برگشتہ ہے۔ اب انصاف فرمایا جائے کہ ہمارا مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی  
خود اپنے اقرار سے ملعون، بے ایمان اور برگشتہ از اسلام ہوا یا نہیں؟

چہارم: اوپر مدعا علیہ کے بیانات سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اکابر اولیاء اللہ مجددین امت اور ارباب کشف و الہام، حیات عیسیٰ کے عقیدہ پر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں، اور انہوں نے کتب و سنت سے یہی عقیدہ اخذ کیا ہے، اور مدعا علیہ کا کہنا ہے کہ:

”اور ممکن نہیں کہ ایک گروہ کثیر اہل کشف کا جو تمام اولین اور آخرین کا مجمع ہے، وہ سب جھوٹے ہوں اور ان کے تمام استنباط بھی جھوٹے ہوں۔“  
(تخفہ گوڑویہ ص ۲۳۰۔ خزائن ص ۲۲۱ ج ۱۷)

اب اگر مدعا علیہ کے الہامی عقیدے کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ان تمام اہل کشف کا جھوٹا اور ان کے استنباط کا غلط ہونا لازم آتا ہے، اور یہ مدعا علیہ کے نزدیک محال ہے، اور جس چیز سے محال لازم آتا ہو وہ خود محال ہوتی ہے۔ لہذا مدعا علیہ کی یہ الہامی بنیاد خود اس کے اعتراف سے محال ثابت ہوئی۔ اور اس بنیاد پر اس کا مسح موعود ہونا بھی محال ہوا۔ کیا قادیانی برادری میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہے، جو عقل و انصاف سے کام لے؟ الیس منکم رجل رشید؟

پنجم: اوپر براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ سے مدعا علیہ کا الہام نقل کیا جا چکا ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰ کے جلالی طور پر دنیا میں آنے کی پیش گوئی کی گئی تھی، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مدعا علیہ کا نیا الہام کہ ”عیسیٰ مرچکا ہے۔“ اس کے پہلے الہام کے معارض ہے۔ اور تعارض کی صورت میں دو صورتیں ممکن ہیں۔ اول یہ کہ اذا تعارضتا ساقطا پر عمل کرتے ہوئے ان دونوں الہاموں کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے۔ دوم یہ کہ ان دونوں میں کسی ایک کو ترجیح دی جائے۔

اب معزز عدالت کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ مدعا علیہ کا پہلا الہام قابل ترجیح



ہے جس کی پشت پر مدعا علیہ کی سابقہ تصریحات کے مطابق، قرآن کریم ہے، آثار نبویہ ہیں اور امت کے سلف صالحین کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اور جس پر مدعا علیہ خود بھی باون سال تک قائم رہا ہے۔ یا اس کے برعکس وہ الہام قائل ترجیح ہے جس سے مدعا علیہ کی سابقہ تصریحات کی نفی ہوتی ہے، امت اسلامیہ کا متواتر عقیدہ غلط ٹھہرتا ہے، اور خود مدعا علیہ کو طویل مدت تک واوی کفر و ضلالت میں سرگرواں اور ملعون تسلیم کرنا پڑتا ہے؟ الغرض اگر مدعا علیہ کو اپنے الہام پر ایمان ہے اور وہ اس کے نزدیک شرعی حجت ہے تو براہین احمدیہ میں پہلے سے قائم شدہ حجت کو باطل کرنا قطعاً غیر معقول ہے۔

ششم: معزز عدالت کے سامنے روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ مدعا علیہ کے عقائد میں بھی تناقض رہا ہے، نیز اس کے فہم قرآن میں بھی تناقض ہے، کیونکہ وہ پہلے قرآن کی روشنی میں حیات عیسیٰ کا قائل تھا، پھر دور ثانی میں قرآن سے ہی اس نے وفات عیسیٰ کا سراغ نکالنا شروع کر دیا۔ اسی طرح مدعا علیہ کے الہامات میں بھی تناقض ہے کہ پہلے اسے حیات عیسیٰ کا الہام ہوا تھا، جو اس نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۹۸، ۳۹۹ اور ۵۰۵ میں درج کیا، اور پھر اسے بارہ سال بعد وفات عیسیٰ کا الہام ہوا۔ گویا مدعا علیہ چار قسم کے تناقضات میں مبتلا رہا ہے۔ ۱۔ ... عقائد میں تناقض۔ ۲۔ ... فہم قرآن میں تناقض۔ ۳۔ ... الہامات میں تناقض۔ ۴۔ ... عبارات میں تناقض۔

چنانچہ مدعا علیہ خود ہی اپنے تناقض کا اقرار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”میں نے ان تناقض باتوں کو براہین میں جمع کر دیا ہے۔“

(اعجاز احمدی ص ۸۔ خزائن ص ۱۱۳ ج ۱۹)

جس شخص کے کلام میں تناقض ہو اس کے بارے میں مدعا علیہ کا فتویٰ

حسب ذیل ہے:

○.....” کسی پھیار، عقل مند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا، ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو اس کا کلام بے شک تناقض ہو جاتا ہے۔“ (ست بجن م ۳۰۔ خزائن م ۱۳۲ ج ۱۰)

○.....” ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو تناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔“ (ست بجن م ۳۱۔ خزائن م ۱۳۳ ج ۱۰)

○.....” پھر تنازع کا قائل ہونا اسی شخص کا کام ہے جو پرلے درجہ کا جاہل ہو جو اپنے کلام میں تناقض بیانوں کو جمع کرے اور اس پر اطلاع نہ رکھے۔“ (ست بجن م ۲۹۔ خزائن م ۱۳۱ ج ۱۰)

○.....” ہر ایک کو سوچنا چاہئے کہ اس شخص کی حالت ایک مخلوط الحواس آدمی کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلتا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔“ (حقیقت الہی م ۱۸۳۔ خزائن م ۱۹۱ ج ۲۲)

○.....” اور جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔“ (نمبر براہین حصہ پنجم م ۱۱۱۔ خزائن م ۲۷۵ ج ۲۴)

پس جب کہ مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی تسلیم کرتا ہے کہ اس کے کلام میں تناقض ہے اور یہ کہ جس شخص کے کلام میں تناقض ہو وہ پاگل، مجنون، مخلوط الحواس، پرلے درجے کا جاہل، جھوٹا اور منافق ہوتا ہے تو معزز عدالت کے نزدیک مدعا علیہ اور اس کے الہام کی حیثیت کیا ہونی چاہئے؟ آیا ایسے شخص کے الہام کی بنا پر کسی مسلمہ عقیدہ کو تبدیل کر لینا صحیح ہے؟ اور کیا ایسے شخص کو مسیح موعود ماننا روا ہے؟۔ ع ”منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر“ ہفتم: مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ بیان قبل ازیں عدالت میں پیش کیا جا چکا ہے کہ:

”اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر نہ کرنا چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے۔“

مدعا علیہ اقرار کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعہ اس کو براہین احمدیہ میں عیسیٰ بنا دیا گیا تھا مگر اس کے باوجود اس نے اپنا اسلامی عقیدہ تبدیل نہیں کیا، بلکہ اپنے الہام میں تاویل کی، لیکن بعد کی مسلسل وحی نے مدعا علیہ کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنے الہام کو ظاہری معنی پر محمول کر کے اپنے تئیں سچ سچ عیسیٰؑ سمجھ لے اور عیسیٰ علیہ السلام کو مرا ہوا فرض کر لے۔

اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مدعا علیہ کے جس الہام پر اس کے دعویٰ اور تبدیلی عقیدہ کی بنیاد ہے اس میں تاویل ہو سکتی تھی، اور کچھ ضروری نہ تھا کہ خواہ مخواہ اسے ظاہری معنی پر ہی محمول کیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ مدعا علیہ اس تاویل کے سارے ایک عرصہ تک اپنے سابق اسلامی عقیدہ پر قائم رہا۔ اس کے عقیدہ میں تبدیلی اس وقت واقع ہوئی جب اس نے اپنے الہام کی تاویل کو چھوڑ کر اس کے ظاہری معنی لئے، اور اپنے الہام کا یہ مطلب لیا کہ وہی سچ سچ عیسیٰ بن مریم اور مسیح موعود ہے۔ گویا مدعا علیہ کو اپنے الہام کے بارے میں اصرار ہے کہ اس کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں۔ لیکن اس کے برعکس مدعا علیہ کو اصرار ہے کہ قرآن و حدیث میں جس ”عیسیٰ بن مریم“ کے آنے کی پیش گوئی کی گئی اس کے ظاہری معنی مراد نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنفس

نفس آسمان سے نازل ہوں گے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص اس امت میں عیسیٰ علیہ السلام کی خوبو پر پیدا ہوگا گویا وہ بعینہ عیسیٰ ہوگا۔

مدعا علیہ کا یہ نظریہ صحیح ہے یا غلط؟ اس سے یہاں بحث نہیں، یہاں معزز عدالت کے لئے لائق توجہ جو امر ہے وہ یہ ہے کہ مدعا علیہ اپنے ”الہام“ کو اصل ٹھہرا کر قرآن و حدیث میں تو تاویل کرتا ہے۔ لیکن قرآن و حدیث کو اصل ٹھہرا کر اپنے الہام میں تاویل کرنے پر آمادہ نہیں۔ گویا اس کا الہام تو ایسی قطعی چیز ہے کہ اس کے ظاہری معنی ہی مراد لینا ضروری ہے، اور پھر الہام کو ظاہری معنی کے مطابق بنانے کے لئے قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص میں تاویل کرنا لازم ہے، لیکن قرآن و حدیث کا درجہ مدعا علیہ کے نزدیک ایسا نہیں کہ انہیں ظاہر پر محمول کر کے وہ اپنے الہامات کی تاویل کرے۔ سوال یہ ہے کہ جو شخص بارہ برس تک اپنے الہام کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہا ہو کیا اس کا الہام اور الہامی فہم اس درجہ لائق اعتماد ہو سکتا ہے کہ اس کو اصل ٹھہرا کر قرآن و حدیث کے ظاہری معنی کو چھوڑ دیا جائے، اور تیرہ سو سال کے سلف صالحین کے اجماعی، قطعی اور متواتر عقیدے کو خیر بلو کہہ کر ایک نیا عقیدہ تراش لیا جائے؟ کیا معزز عدالت کی نظر میں قرآن و حدیث کی اتنی بھی قیمت نہیں جتنی کہ مرزا غلام احمد کے الہام کی ہے؟ اگر معزز عدالت کی نظر میں قرآن و حدیث زیادہ قیمتی ہیں تو وہ مدعا علیہ سے یہ دریافت کرے کہ اسے یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ اپنے الہام کو اصل الاصول قرار دے کر اس کو تو ظاہری معنی پر محمول کرے اور پھر اپنے الہام کی سان پر چڑھا کر قرآن و حدیث کے کس بل نکالے؟

ایک سلیم الفطرت مسلمان کا فرض تو یہ ہونا چاہئے کہ قرآن و حدیث کا وہی مفہوم لے جو تیرہ سو سال سے سلف صالحین نے سمجھا ہے، اسی کے مطابق

اپنا عقیدہ رکھے، اور اگر اس کے خلاف کسی کا الہام ہو تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس الہام میں تاویل کر کے اسے قرآن و حدیث کے ظاہری اور مسلمہ و متواتر مفہوم کے مطابق کیا جائے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے الہام کو ”کلائے بد بریش خاوند“ کہہ کر رد کر دیا جائے۔

اسلامی عقائد کی کتابوں میں یہ اصول درج کیا گیا ہے:

”والنصوص من الكتاب والسنة تحمل على ظواهرها“  
 مالم يصرف عنها دليل قطعي ..... والعقول عنها اى عن  
 الظواهر الى معانى يدعيها اهل الباطن الحاد“

(شرح عقائد نسفی ص ۲۲ مطبوعہ خیر کثیر کراچی)

ترجمہ: ”کتاب و سنت کے نصوص کو ان کے ظاہری معنوں پر محمول کیا جائے، الا یہ کہ دلیل قطعی کی رو سے ان کا ظاہری معنوں پر محمول کرنا ممکن نہ ہو۔ اور اہل باطن جن معانی کا دعویٰ کرتے ہیں وہ الحاد و زندقہ ہے۔“

اور خود مدعا علیہ کو بھی یہ اصول مسلم ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

”کیونکہ یہ مسلم ہے کہ النصوص یحمل علی ظواہرہا۔“

(ازالہ اوہام ص ۵۳۰۔ خزائن ص ۳۹۰ ج ۳)

لیکن ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد کی منطق یہ ہے کہ اس کے الہام کو ظاہری معنی پر (جو اسے بارہ برس تک خود بھی سمجھ نہیں آئے) محمول کرو، اور پھر قرآن و حدیث کے تمام نصوص کے معنی بدل کر اسے الہام کے ظاہری معنی پر منطبق کرو۔ کیا دنیا کی کوئی عدالت مدعا علیہ کی اس ستم ظریفی کو صحیح اور درست تسلیم کرتی ہے؟

ہشتم: مدعا علیہ کہتا ہے کہ اسے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں، چنانچہ لکھتا

ہے:

”افسوس کہ بطالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے اور نہ کسی اور انبن کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے۔“

(کرامت الصادقین ص ۵۔ خزائن ص ۳۷ ج ۷)

ظاہر ہے کہ غیر معصوم شخص کا الہام کبھی معصوم نہیں ہو سکتا اور غیر معصوم الہام پر تبدیلی عقیدہ کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں۔ معزز عدالت مدعا علیہ سے دریافت کرے کہ اس نے غیر معصوم ہونے کے باوجود اپنے الہام کے ظاہری معنی کیوں مراد لئے؟ اور اس ظاہری معنی کی بنیاد پر اسلامی عقیدہ کو کیوں تبدیل کیا؟ اور قرآن و حدیث کو ظواہر کے چھوڑنے کی جرات کیوں کی؟

نہم: مدعا علیہ نے آئینہ کلمات اسلام میں لکھا ہے:

”جو شخص ایسی بات منہ پر لائے جس کی کوئی صحیح اصل شرع میں موجود نہ ہو۔ خواہ وہ ملم ہو یا مجتہد وہ شیاطین کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔“

(ص ۲۱۔ خزائن ص ۳۱ ج ۵)

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ وفات عیسیٰ کی کوئی اصل صحیح مدعا علیہ کو اس وقت تک نہیں ملی جب تک اس نے اپنے الہام کو اصل بنا کر قرآن و حدیث کو اس پر منطبق کرنا شروع نہیں کیا۔ اگر حضرت عیسیٰ کے وفات پا جانے کی کوئی اصل صحیح قرآن و حدیث میں موجود ہوتی تو تیرہ سو سال کے اکابر اولیاء اللہ اور ارباب کشف اس سے بے خبر نہ ہوتے، اور خود مدعا علیہ بھی ۵۲ برس کی عمر تک اس سے بے خبر نہ رہتا۔ وفات عیسیٰ کی خبر مدعا علیہ کو صرف الہام کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ اب معزز عدالت کو فیصلہ کرنا ہے کہ مدعا علیہ کے مندرجہ بالا فتویٰ کے مطابق اسے شیاطین کے ہاتھ کا کھلونا کیوں نہ تصور کیا جائے؟ اور کیوں اس کے الہام کو اصل بنا کر قرآن و حدیث کے معانی کو تبدیل کیا جائے۔؟

مندرجہ بالا وجوہ کا حاصل یہ ہے کہ مدعا علیہ نے جس الہامی بنیاد پر اپنا عقیدہ تبدیل کیا وہ علم و عقل کی میزان میں کوئی وزن نہیں رکھتی، اور نہ اس کی وجہ سے کسی مسلمہ اسلامی عقیدہ کو تبدیل کرنا صحیح ہے، بلکہ ایسا شخص منافق، ملحد، زندیق اور خارج از اسلام قرار پاتا ہے۔ پس ہماری استدعا ہے کہ عدالت از روئے انصاف مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ان القاب کا مستحق قرار دے۔

چونکہ ہمارے پیش کردہ دلائل کا انحصار صرف مدعا علیہ کے مسلمات پر ہے اس لئے مدعا علیہ کے وکلاء اس کی جانب سے کوئی معقول اور اطمینان بخش صفائی پیش نہیں کر سکتے، نہ ہمارے دلائل کا کوئی معقول جواب دے سکتے ہیں۔ کیا ہم یہ توقع رکھیں کہ انصاف نام کی کوئی چیز دنیا میں موجود ہے؟



## باب چہارم

سابقہ عقیدہ کے بارے میں مدعا علیہ کی عذر تراشیاں

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ”حیات مسیح“ کا عقیدہ درج کیا تھا۔ لیکن ۱۸۹۱ء میں وہ اپنے اس عقیدہ سے منحرف ہو گیا اور اس کی جگہ یہ عقیدہ تراش لیا کہ مسیح ابن مریم مر گیا ہے اور اس کی جگہ میں مسیح بن کر آیا ہوں۔ اس پر یہ سوال ہوا کہ پھر تو نے پہلے ”حیات مسیح“ کا عقیدہ کیوں لکھا تھا۔ اس کے جواب میں اس نے جو انذار پیش کئے وہ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ معزز عدالت ان انذار کو میزان عقل میں تول کر دیکھے کہ مدعا علیہ کے یہ عذر کہاں تک سچائی پر مبنی ہیں؟

پہلا عذر: میں نے رسمی عقیدہ لکھا تھا

مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بار بار لکھا ہے کہ چونکہ عام مسلمانوں کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اس لئے میں نے بھی براہین میں رسمی عقیدہ لکھ دیا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھتا ہے:

”میں نے براہین میں جو کچھ مسیح بن مریم کے دوبارہ آنے کا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات بھٹکے ہوئے ہیں، سو اسی ظاہری اعتقاد کے لحاظ سے میں نے براہین میں لکھ دیا تھا کہ . . . . . جب مسیح بن مریم آئے گا تو اس کی ظاہری اور جسمانی دونوں طور پر خلافت ہوگی۔“



مدعا علیہ اپنی کتابوں میں بار بار لکھتا ہے کہ میں نے براہین میں رسمی عقیدہ لکھا تھا، لیکن ارباب عقل و انصاف درج ذیل امور پر غور کر کے فیصلہ فرمائیں کہ اس کا یہ عذر اس کی بریت ظاہر کرتا ہے، یا اس کے جرم کو مزید سنگین کردیتا ہے:

اول: مدعا علیہ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے بڑے فضائل و مناقب بیان کئے تھے۔ مثلاً:

○ "... اول اس کتاب میں فائدہ یہ ہے کہ یہ کتاب مہمت دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں، بلکہ وہ تمام... صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں، اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں۔ اور یہ ایسا فائدہ ہے کہ جس سے پڑھنے والوں کو ضروریات دین پر احاطہ ہو جائے گا، اور کسی مغوی یا برکائے والے کے پنچے میں نہیں آئیں گے، بلکہ دوسروں کو وعظ اور نصیحت اور ہدایت کرنے کے لئے ایک کامل استاذ اور ایک عیار رہبر بن جائیں گے۔"

(براہین احمدیہ ص ۱۳۶)

○ "... پانچواں اس کتاب میں یہ فائدہ ہے کہ اس کو پڑھنے سے حقائق اور معارف کلام ربانی کے معلوم ہو جائیں گے... اور وہ تمام کمال صداقتیں جو اس میں دکھائی ہیں وہ سب آیات بینات قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں... پس حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ کو ظاہر کرنے کے لئے ایک عالی شان تفسیر ہے۔"

(ص ۱۳۷)

○ "اس احقر نے... جناب خاتم الانبیاء ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا

ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے ”قطبی“ رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اشتہاری کتاب (براہین احمدیہ) کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کمال استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپے کا اشتہار دیا گیا ہے۔“ (براہین احمدیہ ص ۲۳۸)

○ براہین احمدیہ کے آخر میں ایک اشتہار ”ہم اور ہماری کتاب“ کے عنوان سے درج ہے جس میں مدعا علیہ لکھتا ہے:

”یہ عاجز بھی حضرت ابن عمران کی طرح اپنے خیالات کی شب تاریک میں سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے ”انسی اناریک“ کی آواز آئی، اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہرا“ و باطنا“ حضرت رب العالمین ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ص ۵۶ ج ۱)

مدعا علیہ کے اپنی کتاب براہین احمدیہ کے بارے میں ان بلند بانگ دعووں پر نظر کی جائے اور پھر انصاف کیا جائے اگر یہ کتاب واقعی ان صفات کی حامل تھی تو اس میں غلط، اور گمراہ کن عقائد کیسے درج کر دیئے گئے؟ معلوم ہوا کہ مدعا علیہ نے یہ عقیدہ محض رسمی طور پر نہیں لکھا تھا، بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں پورے شرح صدر کے ساتھ لکھا تھا۔

دوم: مدعا علیہ کا یہ عذر اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ اس نے بزعم خود یہ کتاب ملہم و مجدد ہونے کی حیثیت سے لکھی تھی، جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ اسے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اس کو ”انسی اناریک“ کے خطاب وحی سے نوازا گیا، جو درحقیقت نبوت کا دعویٰ ہے۔

علاوہ ازیں ایک دوسرے اشتہار میں مدعا علیہ لکھتا ہے:

”کتاب براہین احمدیہ، جس کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے

ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے۔ جس کے ساتھ دس ہزار روپے کا اشتہار ہے، . . . . اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۳ ج اول مطبوعہ لندن)

اور مدعا علیہ نے اس کتاب میں اپنے بہت سے الہام بھی درج کئے تھے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو ملہم من اللہ سمجھتا تھا، الغرض مدعا علیہ کے دعویٰ کے مطابق وہ براہین احمدیہ کی تالیف کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور اور ملہم من اللہ تھا، اور اس نے مجدد وقت کی حیثیت سے یہ کتاب اصلاح و تجدید دین کے لئے لکھی تھی۔ اور جو شخص ملہم و مجدد ہو اس کے بارے میں مدعا علیہ کی رائے یہ ہے:

○ ”... وہ اس قدر بےجا“ مرضاتِ اہلیہ میں فنا ہو جاتا ہے کہ خدا میں ہو کر بولتا ہے، اور خدا میں ہو کر دیکھتا ہے، اور خدا میں ہو کر سنتا ہے، اور خدا میں ہو کر چلتا ہے، گویا اس کے جبہ میں خدا ہی ہوتا ہے۔“

(حقیقتہ الٰہی ص ۲۳۔ خزائن ص ۲۵ ج ۲۲)

○ ”... وہ اپنی نفسانی حیات سے مرکزِ خدا تعالیٰ کی ذات کا مظہر اتم ہو جاتے ہیں۔ اور غلی طور پر خدا تعالیٰ ان کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔“

(ایضاً ص ۲۳۔ خزائن ص ۲۶)

○ ”... خدا ان پر نازل ہوتا ہے، اور خدا کا عرش ان کا دل ہو جاتا ہے۔“

(ایضاً ص ۵۳۔ خزائن ص ۵۶)

○ ”... خدا کے کلام کے متعلق وہ معارفِ صحیحہ (ان کو) سمجھتے ہیں جو دوسروں کو نہیں سوجھ سکتے۔ کیونکہ وہ روح القدس سے مدد پاتے ہیں۔“

(ایضاً ص ۵۰۔ خزائن ص ۵۷)

○ ”... اور بپا عث نہایت درجہ فنا فی اللہ ہونے کے اس کی

زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے۔ اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور اگرچہ اس کو خاص طور پر الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں۔ بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔“ (حقیقتہ الہی ص ۲۱۔ خزائن ص ۱۸ ج ۲۲)

○ ”... اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔ اور وہ بغیر روح القدس اور اس کی تاثیر قدسیت کے ایک دم بھی اپنے تئیں تپاکی سے نہیں بچا سکتا۔“

(آئینہ کلمات اسلام ص ۹۳۔ خزائن ۹۳ ج ۵)

اس قسم کے تعلق آمیز دعوے دعا علیہ کے کلام میں بہت زیادہ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب دعا علیہ ملہم و مجدد تھا۔ اور جب ملہم کی یہ صفات ہیں تو یہ گمراہ کن عقیدہ رسمی طور پر اس نے براہین میں کیسے درج کر دیا؟ اب یا تو یہ کہا جائے کہ اس کا ملہمیت و مجددیت کا دعویٰ غلط ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ ملہم کی یہ مبالغہ آمیز صفات جو درج عصمت سے اٹھا کر اسے درجہ خدائی تک پہنچاتی ہیں، بالکل غلط ہیں۔ یا یہ تسلیم کیا جائے کہ اس نے جو عقیدہ براہین میں لکھا تھا وہ عقیدہ صحیح تھا، من جانب اللہ تھا۔ کیونکہ دعا علیہ کے بقول:

”اگرچہ خاص طور پر اس کو الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔“

بہر حال اس کا یہ عذر کرنا کہ میں نے یہ عقیدہ رسمی طور پر لکھا تھا قطعاً غلط اور جھوٹ ہے۔ اور اس کے ملہمیت و مجددیت کے دعووں پر پانی پھیر دیتا ہے۔

دعا علیہ نے اپنی کتاب ”اعجاز احمدی“ میں اس سلسلہ میں کئی عذر پیش کئے ہیں، اور بڑی دل چسپ باتیں لکھی ہیں، ذیل میں ایک ایک عذر کو نقل

کر کے اس کا تجزیہ کرتا ہوں :

دوسرا عذر: کہاں لکھا ہے کہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں؟

باب اول میں گزر چکا ہے کہ دعا علیہ نے براہین احمدیہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ قرآن کریم، حدیث نبویؐ اور خود اپنے اہلالت کے حوالے سے لکھا تھا۔ لیکن ”اعجاز احمدی“ میں لکھتا ہے :

”اس وقت کے نادان مخالف بدبختی کی طرف ہی دوڑتے ہیں اور شقاوت سر پر سوار ہے باز نہیں آتے کیا کیا اعتراض بنا رکھے ہیں مثلاً“ کہتے ہیں کہ مسیح موعود کا دعویٰ کرنے سے پہلے براہین احمدیہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا اقرار موجود ہے۔ اے نادانوں! اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو؟ اس اقرار میں کہاں لکھا ہے کہ یہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں اور مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں عالم الغیب ہوں۔“

(اعجاز احمدی ص ۶۔ خزائن ص ۸ ج ۱۷)

دعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ کیا قرآن کریم کی وہ آیت جس کے حوالے سے تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ درج کیا تھا کیا تو اس کو ”وحی الہی“ نہیں سمجھتا؟ اور براہین کے صفحہ ۵۰۵ پر اپنے الہام کے حوالے سے تو نے یہ عقیدہ درج کیا تھا، کیا وہ تیرے نزدیک وحی الہی نہیں تھی؟ اور صفحہ ۳۹۸ پر تو نے جب لکھا تھا کہ ”لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے۔“ تو یہ انکشاف خدا کی طرف سے تھا۔ یا شیطان کی طرف سے؟

الغرض اگر دعا علیہ قرآن کریم کو اور اپنے کشف و الہام کو وحی الہی سمجھتا ہے تو یہاں انکار کرنا خالص جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسرا عذر: میں نے کب کہا کہ میں عالم الغیب ہوں؟

رہا تیرا یہ کہنا کہ :

”اور مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں عالم الغیب ہوں۔“  
 اولاً ”بکیا صرف اسی شخص کا عقیدہ صحیح ہونا چاہئے جو عالم الغیب ہو؟  
 نہیں! بلکہ ہر مسلمان کا عقیدہ صحیح ہونا چاہئے۔ خصوصاً جو شخص مجددیت کا  
 مدعی ہو اس کا عقیدہ صحیح ہونا ضروری ہے، اگر تو مجدد وقت تھا تو تو نے غلط  
 عقیدہ لکھ کر دنیا کو گمراہ کیوں کیا؟

ثانیاً: ”اگرچہ تو نے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا، لیکن تو نے  
 یہ دعویٰ ضرور کیا تھا کہ نطلی طور پر خدا تیرے اندر داخل ہو گیا ہے، اور تیرے  
 جبہ میں خدا ہی ہے۔ اور تجھے ”آواہن“ کا بھی الہام ہوا تھا۔ یعنی ”خدا تیرے  
 اندر اتر آیا۔“ اس کے باوجود یہ عذر کرنا کہ میں ”عالم الغیب“ نہیں تھا، کس  
 قدر لائقِ شرم عذر ہے۔

### چوتھا عذر: کمالِ سادگی

مدعا علیہ نے اپنی سادگی کو بھی عذر قرار دیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

”جب تک خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ  
 تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہو گیا ہے۔ تب تک میں اسی عقیدہ پر  
 قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے کمالِ سادگی سے میں نے  
 حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے۔ جب خدا نے  
 مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آ گیا۔ میں نے  
 بجز کمالِ یقین کے جو میرے دل پر محیط ہو گیا اور مجھے نور سے بھر دیا اور  
 اس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا  
 تھا اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی  
 کس صلیب کرے گا۔ اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں  
 موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ هو الذی ارسل  
 رسوله بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ تامم یہ

الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی وجہ سے باوجودیکہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرا گیا تھا۔ مگر پھر بھی میں نے بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ پس میری کمال سادگی اور ذہول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الہی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعود بناتی تھی مگر میں نے اس رسمی عقیدہ کو براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بناتی تھی کیونکر اسی کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا۔

پھر میں قریباً "بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے پیچڑ اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے۔ تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تو اتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔" (اعجاز احمدی ص ۱ تا ۷ خزائن ص ۹ ج ۱۹)

انصاف فرمایا جائے کہ مدعا علیہ مجددیت، ماموریت اور مہمیت کے بلند بانگ دعوے بھی کرتا ہے، اور ساتھ ہی اپنی غباوت اور سادگی کا بھی اقرار کرتا ہے کہ اسے بارہ برس تک یہی پتہ نہیں چلا کہ خدا نے اسے مسیح موعود بنا دیا ہے۔

اور یہ بھی عجیب ماجرا ہے کہ ایک طرف خدا مدعا علیہ پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ تو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیش گوئی میں شامل ہے، یعنی حضرت مسیح علیہ السلام اس پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں، اور تو روحانی اور معنوی طور پر اس کا مورد ہے۔ اور دوسری طرف وہی خدا مدعا علیہ سے کہتا ہے کہ:

”تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا  
 مصداق ہے کہ ہوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق  
 لیظہرہ علی الدین کلمہ“  
 یہ ایک ایسا تناقض ہے جو کسی مخبوط الحواس یا منافق ہی کے قلم سے سرزد  
 ہو سکتا ہے۔

## پانچواں عذر: خدا کی حکمت عملی

مدعا علیہ کتا ہے کہ :

”یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا خدا کی  
 حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا۔۔۔۔۔۔ یہ خدا کی حکمت عملی  
 میری سچائی کی ایک دلیل تھی اور میری سادگی اور عدم بناوٹ پر ایک  
 نشان تھا۔۔۔۔۔۔ یہ میری سادگی تھی جو میری سچائی پر ایک عظیم الشان  
 دلیل تھی۔۔۔۔۔۔ یہ ایک لطیف استدلال ہے جو خدا نے میرے لئے  
 براہین احمدیہ میں پہلے سے تیار کر رکھا ہے۔“ (اعجاز احمدی ص ۷۷-۸ ملخصاً)

مدعا علیہ اپنی اس سادگی اور ذہول کو خدا کی ”حکمت عملی“ اور خدا کی  
 طرف سے ایک ”لطیف استدلال“ قرار دیتا ہے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے، لیکن  
 یہ اس کی سچائی کی دلیل نہیں، بلکہ اس کے جھوٹ کی دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ  
 تعالیٰ علیم و خبیر کو معلوم تھا کہ یہ شخص باغوائے شیطانی آئندہ چل کر ”مسیح  
 موعود“ ہونے کا دعویٰ کرے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر ذہول کا پردہ ڈال  
 کر اسے تناقض میں مبتلا کر دیا، اور خود اس کے قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 کی حیات و نزول کا عقیدہ لکھوایا۔ تاکہ آئندہ جب وہ ”مسیح موعود“ ہونے کا  
 دعویٰ کرے تو خود اس کو اس کے الفاظ میں ملزم کہا جاسکے :

”صاحب من اقرار کے بعد کوئی قاضی انکار نہیں سن سکتا۔“



## ایک اہم لطیفہ

ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دو دعوے معرکہ الآراء ہیں ایک ”سیح موعود“ ہونے کا دعویٰ۔ اور دوسرا نبوت کا دعویٰ۔۔۔۔۔ عجیب کرشمہ لطف خداوندی یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں دعووں کی جڑ پہلے سے کاٹ چکا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی سب سے پہلی الہامی کتاب ”براہین احمدیہ“ میں لکھوادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ دوبارہ دنیا میں نزول اجلال فرمائیں گے، تاکہ اس کے بعد وہ جب بھی اس عقیدے سے انحراف کرے اس کے سامنے اس کا یہ قول پیش کر دیا جائے:

”صاحب من! اقرار کے بعد کوئی قاضی انکار نہیں سن سکتا۔“

اور اس کے دوسرے دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے اس کے قلم سے بار بار لکھوادیا کہ مدعی نبوت طعون ہے، کاذب ہے، کافر ہے، دائرہ اسلام سے خارج ہے، چنانچہ مدعا علیہ کے چند فقرے ملاحظہ فرمائیے:

○ ”ان پر واضح ہو کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔“

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۹۷ ج ۲)

○ ”سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین

کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کذاب و کافر جانتا ہوں۔“

(مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۰ ج ۱)

○ ”میں نبوت کا مدعی نہیں، بلکہ ایسے مدعی کو خارج از اسلام سمجھتا

(آسانی فیصلہ ص ۳۔ خزائن ص ۳۱۳ ج ۲)

ہوں۔“

اور اس کے قلم سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی لکھوادیا کہ آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی و رسول کا آنا ممکن ہی نہیں۔ لہذا جو شخص رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ ایک امر محال کا دعویٰ کرتا

ہے۔ جو سراسر باطل ہے۔ چند فقرے ملاحظہ فرمائیے :

○ ”ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جاوے بلکہ صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیل لادیں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا بہت نازل ہونا برابر ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۵۷۷ خزائن ۴۱۲ ج ۳)

○ ”ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں تصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت کے لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔“

○ ”لیکن خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرائیل کا آنا ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی الٹا دیوے حالانکہ وہ وعدہ کرچکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول بھیجا نہیں جائے گا۔“

(ایضاً ص ۴۲۱)

○ ”رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔“

(ایضاً ص ۴۲۲)

مدعا علیہ کے ان حوالہ جات سے واضح ہے کہ :

○ ختم نبوت، اسلام کا قطعی عقیدہ ہے۔ جس کا مفہوم آیت خاتم

النبیین کی رو سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص منصب نبوت پر فائز نہیں ہو سکتا، نہ کسی پر وحی نبوت نازل ہو سکتی ہے۔

○ وحی نبوت حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نازل ہوئی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کے وحی نبوت لے کر آنے کا سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔

○ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کا کسی کے پاس ایک فقرہ وحی کا لے کر آنا بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔

○ اللہ تعالیٰ نے آیت خاتم النبیین میں وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی کے پاس وحی نبوت لے کر نہیں آئیں گے۔ اب اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کا رسول اور نبی ہونا فرض کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔

○ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کا رسول اور نبی ہونا آنحضرت ﷺ کی توہین ہے۔

○ اور اس سے اسلام کا تختہ الٹ جاتا ہے۔

○ کوئی شخص رسول اور نبی نہیں ہو سکتا جب تک جبرئیل علیہ السلام اس کے پاس وحی لے کر نہ آئیں۔ اور وحی رسالت قیامت تک بند ہے۔

ان تمام تصریحات کے باوجود مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ دعویٰ جڑ دیا کہ ”ہم نبی اور رسول ہیں“ اور یہ کہ مدعا علیہ کی وحی الہی نے اسے ”محمد رسول اللہ“ قرار دیا ہے۔

مدعا علیہ کا خلیفہ دوم اور اس کا فرزند اکبر مرزا محمود احمد بڑی شد و مد سے اپنے ابا کی نبوت کا قائل تھا، اور اس کی نبوت کے منکروں کو کافر قرار دیتا تھا، اس کو مدعا علیہ کے ان حوالوں سے بڑی پریشانی ہوئی، بالآخر اس نے اعلان کر دیا،

کہ اس کے ابا کے یہ حوالے منسوخ ہیں، اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے، چنانچہ مرزا محمود اپنی کتاب ”حقیقتہ النبوة“ میں، جو خالص اسی موضوع پر لکھی گئی ہے، طویل بحث کے آخر میں لکھتا ہے:

”اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے، اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے، جس میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے، اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے، پس ایک طرف آپ کی کتابوں سے اس امر کے ثابت ہونے سے کہ ۱۹۰۱ء سے آپ نے نبی کا لفظ بار بار استعمال کیا ہے، اور دوسری طرف حقیقتہ الوحی سے یہ ثابت ہونے سے کہ آپ نے تریاق القلوب کے بعد نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی ہے یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے، اب منسوخ ہیں، اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔“

(حقیقتہ النبوة ص ۱۲۱)

مرزا محمود احمد کی یہ تحریر دنیا کے عجائبات میں شمار کئے جانے کے لائق ہے۔ کیونکہ مرزا محمود یہ تو تسلیم کرتا ہے... اور بالکل صحیح تسلیم کرتا ہے... کہ اس کا ابا پہلے اپنی نبوت سے انکار کرتا تھا، مدعی نبوت کو ملعون اور خارج از اسلام قرار دیتا تھا، لیکن بعد میں خود مدعی نبوت بن گیا۔ مرزا محمود کے خیال میں اس تضاد کو دور کرنے کا حل یہی تھا کہ اس کے ابا کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تمام متعلقہ عبارتوں کو منسوخ کر دیا جائے۔ یہ طرفہ تماشا دنیا نے کب دیکھا ہوگا کہ باپ کی عبارتوں کو بیٹا منسوخ کر ڈالتا ہے؟ بہر حال میں اہل عقل و فہم کی عدالت انصاف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ غور فرمائے کہ مرزا محمود احمد کی



لیکن یہ عذر باطل ہے، اس لئے کہ نسخ احکام میں ہوتا ہے، خبروں میں نسخ نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب کوئی شخص پہلی خبر کے خلاف دوسری خبر دے تو لامحالہ ان دونوں خبروں میں سے ایک خبر واقعہ کے مطابق ہوگی، اور دوسری واقعہ کے خلاف۔ جو خبر واقعہ کے مطابق ہو وہ سچی کہلائے گی۔ اور جو واقعہ کے خلاف ہو وہ جھوٹی ہوگی۔ ہمارے مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے یہ خبر دی کہ:

”حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔“

بعد میں اس کے خلاف یہ خبر دی کہ:

”حضرت مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں۔ وہ دوبارہ نہیں آئیں گے۔“

ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے جو خبر واقعہ کے مطابق ہوگی وہ سچی ہے۔ اور جو واقعہ کے خلاف ہے وہ جھوٹی ہے، اس لئے خبر کو سچی یا جھوٹی تو کہہ سکتے ہیں، مگر وہ ناسخ و منسوخ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جس طرح مرزا محمود احمد کا نبوت کے مسئلہ میں اپنے لبا کی پہلی تحریروں کو منسوخ کہنا غلط ہے، اسی طرح مرزا کی امت کا حیات و نزول مسیح کی خبر کو منسوخ قرار دینا بھی غلط ہے۔



## باب پنجم

مدعا علیہ کی اپنے سابقہ عقیدہ کے بارے میں گل افشائیاں

مدعا علیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے باون سالہ عقیدہ کے بارے میں جو جو عذر پیش کئے ان کا نمونہ گزشتہ باب میں سپرد قلم کیا جا چکا ہے۔ اس باب میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مدعا علیہ نے اپنے سابقہ باون سالہ عقیدہ کے بارے میں کیا کیا گل افشائیاں کیں۔

ملاحظہ فرمائیے:

### محض گپ

مدعا علیہ لکھتا ہے:

”ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا محض گپ ہے۔“

(ضمیمہ براہین نبیم ص ۱۰۰۔ خزائن ص ۳۶۲ ج ۲۱)

کسی لغت کی کتاب کو اٹھا کر دیکھ لیجئے ”گپ“ کے معنی ہیں جھوٹ، جھوٹی بات۔ گویا مدعا علیہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ براہین احمدیہ میں اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ ورج کر کے ”محض گپ“ ہانکی تھی اور پھر ۱۸۹۱ء تک اسی گپ پر اس کا ایمان رہا۔ اہل عقل و فہم انصاف فرمائیں کہ کیا ایسا ”گپ باز“ آدمی مسیح موعود ہو سکتا ہے؟ کیا ایسا شخص مفتری اور کذاب کہلانے کا مستحق نہیں ہے؟

لطیفہ یہ ہے کہ اس کے بجائے کہ ہم اس کو مفتری اور کذاب کہیں،

اللہ تعالیٰ نے خود مدعا علیہ کے قلم سے لکھوایا کہ وہ مفتری اور کذاب ہے، وہ خود بھی، اور اس کے ماننے والے بھی۔۔۔۔۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ازالہ، اوہام میں ”علمائے ہند کی خدمت میں نیاز نامہ“ کے زیر عنوان لکھتا ہے:

” اے برادران دین و علمائے شرع متین! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اس عاجز نے جو مشیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا امام ہے جو میں نے خدائے تعالیٰ سے پا کر براہین احمدیہ کے کئی مقالات پر بقریحہ درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا، میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۱۹۰۔ خزائن ص ۱۴۲ ج ۳)

واضح رہے کہ مدعا علیہ خود بھی اپنے کو ”مسیح موعود“ اور ”ابن مریم“ کہتا ہے اور اس کے ماننے والے بھی اس کے بارے میں الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سب مدعا علیہ کے اپنے فتویٰ کی رو سے کم فہم اور مفتری و کذاب ہیں۔

### ایک اہم نکتہ

ہمارا مدعا علیہ مرزا قادیانی، ۱۸۹۱ء تک کہتا رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے، اس کے بعد یہ کہنا شروع کیا کہ وہ مرگئے ہیں، دوبارہ نہیں آئیں گے۔ مسلمان اور قادیانی دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ ان دونوں متضاد خبروں میں ایک سچی تھی اور ایک جھوٹی۔ فرق یہ ہے کہ مسلمان کہتے ہیں کہ مرزا کی پہلی خبر سچی تھی اور دوسری جھوٹی۔ اس کے برعکس قادیانی کہتے ہیں کہ



پہلی جھوٹی تھی اور دوسری جھٹی۔  
 جھوٹی خبر دینے والا شخص جھوٹا کہلاتا ہے۔ لہذا دونوں فریق اس پر متفق  
 ہوئے کہ مرزا جھوٹا تھا۔

### ایک اور قابل غور نکتہ

یہ تو آپ نے ابھی دیکھا کہ دونوں فریق مدعا علیہ کے جھوٹا ہونے پر  
 متفق ہیں۔ آئیے اب یہ دیکھیں کہ دونوں میں کون سا فریق مدعا علیہ کو ”بڑا  
 جھوٹا“ مانتا ہے۔

مسلمان کہتے ہیں کہ ابتداء سے ۱۸۹۹ء تک مدعا علیہ اپنی زندگی کے پچاس  
 برس تک سچ بولا رہا، آخری سترہ سالوں میں اس نے جھوٹ بولنا شروع کیا۔  
 اس کے برعکس قادیانیوں کا کہنا یہ ہے کہ مدعا علیہ اپنی زندگی کے پچاس برس  
 تک جھوٹ بکتا رہا اور آخری سترہ سال میں اس نے سچ بولا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے نزدیک مدعا علیہ کے سچ کا زمانہ پچاس سال  
 ہے اور جھوٹ کا زمانہ صرف آخری سترہ سال ہے۔ اور قادیانیوں کے نزدیک  
 مدعا علیہ کے جھوٹ کا زمانہ پچاس سال ہے اور اس کے سچ کا زمانہ صرف سترہ  
 سال۔

بتائیے! دونوں میں سے کس فریق کے نزدیک مدعا علیہ ”بڑا جھوٹا“ نکلا؟

### ایک اور لائق توجہ نکتہ

مسلمان کہتے ہیں کہ مدعا علیہ قادیانی پچاس سال تک سچ کہتا رہا کہ عیسیٰ  
 علیہ السلام دوبارہ آئیں گے لیکن پھر شیطان نے اس کو بہکادیا اور شیطان کے  
 برکانے سے یہ کہنے لگا کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نہیں آئیں گے بلکہ میں خود  
 سچ موعود بن گیا ہوں۔

اور قدیانی کہتے ہیں کہ وہ پچاس سال تک جھوٹ بکتا رہا کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ پھر اس کے پچاس سال جھوٹ بکنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو (نعوذ باللہ) مسیح موعود بنا دیا۔ یہ بات تو ہر ایک کی عقل میں آسکتی ہے کہ ایک شخص پچاس برس تک صحیح عقیدہ پر رہے اور سچ بوتا رہے۔ لیکن پھر (نعوذ باللہ) اس کا دماغ خراب ہو جائے، اور شیطان کے برکانے سے جھوٹے دعوے کرنے لگے، لیکن کیا کسی کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ پچاس سال تک جھوٹ بولنے والے کو ”مسیح موعود“ بنا دیا جائے؟

### ایک اور دلچسپ نکتہ

اوپر معلوم ہو چکا کہ مسلمان اور قدیانی دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ مدعا علیہ جھوٹا تھا۔ اوہر مدعا علیہ کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح موعود ہے۔ ظاہر ہے کہ جھوٹا آدمی جب مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ ”مسیح کذاب“ کہلائے گا۔ لہذا دونوں فریق اس پر بھی متفق ہوئے کہ وہ ”مسیح کذاب“ تھا اور اوپر خود مدعا علیہ کا اقرار بھی نقل کیا جا چکا ہے کہ جو شخص مجھ کو مسیح ابن مریم کہے وہ مفتری اور کذاب ہے۔

### شُرکِ عظیم

مدعا علیہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے عربی ضمیمہ الاستفتاء میں لکھتا ہے:  
 ”فمن سوء الادب ان یقال ان عیسیٰ مامات ان هو  
 الاشرک عظیم یا کل الحسنات۔“

(الاستفتاء ص ۳۹۔ خزائن ص ۶۶۰ ج ۲۲)

ترجمہ۔ ”سو منہمدا سو ادب کے ہے کہ یہ کہا جائے کہ عیسیٰ مرا

نہیں، یہ تو نرا شرکِ عظیم ہے۔ جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔“

مدعا علیہ کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ وہ ۱۸۹۱ء تک حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے مشرک تھا، اور اسی ”عظیم مشرک“ کو اللہ تعالیٰ نے۔ نعوذ باللہ۔ مسیح موعود بنا دیا۔

### عیسائی عقیدہ

مدعا علیہ حقیقت الوحی میں لکھتا ہے:

”حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کا عقیدہ عیسائیوں نے محض اپنے فائدے کے لئے گھڑا تھا۔“

(حاشیہ حقیقت الوحی ص ۲۹۔ خزائن ص ۳۱ ج ۲۲)

اور الاستثناء میں لکھتا ہے:

”وان عقیدة حیاته قد جاءت فی المسلمین من الملة النصرانية“

(الاستثناء ۳۹۔ خزائن ص ۶۶۰ ج ۲۲)

ترجمہ:

اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ مسلمانوں میں نصرانی مذہب سے آیا ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ مدعا علیہ ۱۸۹۱ء تک عیسائی عقائد رکھتا تھا، گویا پکا عیسائی تھا۔ اللہ کی شان ایک مسیحی بعد میں مسیح بن بیٹھا۔

### نصوص قطعیہ یقینیہ کے خلاف

مدعا علیہ اپنی کتاب ”حماۃ البشریٰ“ میں لکھتا ہے:

”اعلم ان وفاة عیسیٰ علیہ السلام ثابت بالنصوص القطعیة الیقینیة“

(ص ۵۶ حاشیہ۔ خزائن ص ۲۵۳ ج ۷)

ترجمہ: ”جان لیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نصوص

قطعیہ یقینہ سے ثابت ہے۔“

اس قسم کی تصریحات مدعا علیہ کی کتابوں میں بہت سی جگہ پائی جاتی ہیں۔

جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۹۱ء تک مدعا علیہ نصوص قطعیہ یقینہ کے خلاف عقیدہ رکھتا تھا اور مدعا علیہ کا یہ حوالہ پہلے نقل کر چکا ہوں کہ:

”ایسے شخص کی نسبت جو مخالف قرآن اور حدیث کوئی اعتقاد رکھتا

ہو، ولایت کا گمان ہرگز نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا

جاتا ہے۔“

(مجموعہ اشعارات ص ۲۳۹ ج ۱)

معلوم ہوا کہ مدعا علیہ خود اپنے فتویٰ کے مطابق ۱۸۹۱ء تک دائرہ اسلام

سے خارج تھا۔ امت مرزائیہ کی خوش قسمتی کہ ایک غیر مسلم کو جو دائرہ اسلام

سے خارج تھا ان کا مسیح موعود بننے کا شرف حاصل ہو گیا۔

## آنحضرت ﷺ کی توہین

مدعا علیہ اپنی کتاب تحفہ گولڈویہ کے حاشیہ میں لکھتا ہے:

○ ”ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح کو اتنی بڑی خصوصیت (

آسمان پر زندہ چڑھنے اور اتنی مدت تک زندہ رہنے اور پھر دوبارہ اترنے

کی جو دی گئی ہے، اس کے ہر ایک پہلو سے ہمارے نبیؐ کی توہین ہوتی

ہے۔“

○ ”خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل

جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی

نجاست کی جگہ تھی، مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور

فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بلا لیا۔“

(تحفہ گولڈویہ ص ۱۱۹۔ خزائن ص ۲۰۵ ج ۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۸۹۱ء تک مدعا علیہ آنحضرت ﷺ کی ہر پہلو سے توہین کرتا رہا۔ بعد میں توہین رسالت کا یہ مرتکب مسیح موعود بن بیضا۔ اور مدعا علیہ کا دوسرے فقرہ میں آنحضرت ﷺ کے چھپانے کی جگہ کو

”ذلیل، نہایت متعفن، تنگ و تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ“ کہنا توہین رسالت کا ایسا شاہکار ہے کہ کبھی کسی راجپل کو اس کی جرات شاید نہیں ہوئی ہوگی۔

### موجب لعنت تحریف

مدعا علیہ لکھتا ہے:

”وکیف يجوز لاجد من المسلمين ان يتكلم بمثل هذا  
 ؟وبيدل كلام الله من تلقاء نفسه، وبحرفه عن موضعه، من  
 غير سند من الله ورسوله، اليست لعنة الله على المحرفين  
 ؟“

ترجمہ:

”اور کسی مسلمان کے لئے یہ کس طرح جائز ہے کہ وہ  
 اس طرح کی بات کرے؟ یا اپنی طرف سے اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی  
 کرے، اور اللہ اور اس کے رسول کی سند کے بغیر اسے اپنے محل سے  
 پھیر دے۔ کیا ایسے تحریف کرنے والوں پر اللہ کی لعنت نہیں ہے؟“

اس سے معلوم ہوا کہ مدعا علیہ ۵۲ برس تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی  
 حیات و نزول کا عقیدہ رکھ کر خود بھی ملعونوں کے زمرہ میں شامل رہا۔ اور یہی  
 ملعون عقیدہ اس نے اپنی الہامی کتاب براہین احمدیہ میں لکھ کر اس کتاب کو  
 ملعون بنایا۔

## اسلام تباہ

مدعا علیہ لکھتا ہے :

” مذہب اسلام ایسے باطل عقیدوں سے دن بدن تباہ ہوتا جاتا ہے۔“  
مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ کیا تو نے اسلام کی تباہی کے لئے یہ  
باطل عقیدہ براہین میں لکھا تھا؟  
اسلام سے تمسخر

”یوں تو قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت  
ﷺ کی امت میں داخل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ  
(آل عمران ۸۲) پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت  
ﷺ کی امت ہوں گے اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی  
بنانے کے کیا معنی ہیں؟ اور کون سی خصوصیت؟ کیا وہ اپنے پہلے ایمان  
سے برگشتہ ہو گئے تھے جو تمام نبیوں کے ساتھ لائے تھے؟ تا نعوذ باللہ یہ  
سزا دی گئی کہ زمین پر اتار کر دوبارہ تجدید ایمان کرائی جائے، مگر دوسرے  
نبیوں کے لئے وہی پہلا ایمان کافی رہا۔ کیا ایسی کچی باتیں اسلام سے تمسخر  
ہے یا نہیں؟“

(ضمیمہ براہین پنجم ص ۱۳۳۔ خزائن ص ۳۰۰ ج ۲۱)

اس حوالہ میں مدعا علیہ تسلیم کرتا ہے کہ :

- تمام انبیاء کرام علیہم السلام آنحضرت ﷺ کی امت ہیں۔
- اوریہ مضمون سورۃ آل عمران کی آیت: لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ  
سے ثابت ہے۔

○ اس کے باوجود مدعا علیہ سوال کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی کیا خصوصیت؟ حالانکہ جب وہ آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کام بھی ان کے سپرد کیا جائے گا وہ بجالائیں گے۔ اس کے بعد مدعا علیہ کا یہ سوال ایسا ہی بے ڈھنگا ہے جیسے کوئی سوال کرے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابو البشر کیوں بنایا گیا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کیوں پیدا کیا گیا؟ حضرت خاتم النبیین سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں خصوصیت کیوں عطا کی گئی؟

○ اور پھر مدعا علیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی وجہ خود تراشتا ہے کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام پہلے ایمان سے منحرف ہو گئے تھے کہ دوبارہ نازل کر کے ان سے تجدید ایمان کرائی گئی؟ ایسا نکتہ کسی ایسے شخص ہی کو سوجھ سکتا ہے جو خود اپنے فتویٰ کی رو سے کافر ہو۔ کیونکہ یہ فقرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صریح توہین ہے۔ اور خود مدعا علیہ کا فتویٰ ہے کہ:

”اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔“

(پشہ معرفت)

اور اس سے بدتر تحقیر کا ارتکاب مدعا علیہ نے اپنی کتاب ”حقیقت الوحی“ میں کیا ہے۔ جس میں وہ لکھتا ہے:

”اور یہ تاویل کہ پھر اس کو امتی نبی بنایا جائے اور وہی ”نومسلم“ مسیح موعود کہلائے گا۔ یہ طریق اسلام سے بہت بعید ہے۔“

(حقیقت الوحی ص ۳۰۔ خزائن ص ۲ ج ۲۲)

○ جب مدعا علیہ خود تسلیم کرتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بنص قرآن آنحضرت ﷺ کی امت میں پہلے ہی سے شامل ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے دین کی خدمت بجالانا کیوں ممنوع ہوا۔ اور اس پر ان کو تجدید ایمان اور

”تو مسلم“ کے طعنے دینا صریح کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دینا کفر ہے

اوپر کے اقتباس میں مدعا علیہ کا اعتراف گزر چکا ہے کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مدعا علیہ لکھتا ہے:

”اور جو شخص امتی کی حقیقت پر نظر غور ڈالے گا وہ بددہات سمجھ لے گا کہ حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے کیونکہ امتی اس کو کہتے ہیں کہ جو بغیر اتباع آنحضرت ﷺ اور بغیر اتباع قرآن شریف محض ناقص اور گمراہ اور بے دین ہو اور پھر آنحضرت ﷺ کی پیروی اور قرآن شریف کی پیروی سے اس کو ایمان اور کمال نصیب ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کرنا کفر ہے۔“

(ضمیمہ براہین بیہم ۱۹۲۔ خزائن ص ۳۶۳ ج ۲۱)

مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ:

○ جب تو نے براہین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ درج کیا تھا تو نے قرآن اور الہام کے حوالے سے کفر درج کیا تھا؟ تیرا دعویٰ تھا کہ تو مجدد وقت ہے۔

○ کیا مجددین امت کو کفر کی تعلیم دینے کے لئے آتے ہیں؟

○ اللہ تعالیٰ نے جب انبیاء کرام علیہم السلام سے بشمول عیسیٰ علیہ السلام کے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی نصرت کرنے کا اقرار لیا تھا تو کیا تیرے بقول ان سے کفر کا اقرار لیا تھا؟

○ یا اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام امتی کے یہ معنی نہیں جانتے تھے؟



○ اور جب تو نے براہین میں یہ کفر لکھا تھا تو تو اس وقت امتی کے یہ  
معنی جانتا تھا یا نہیں؟ جو شیطان نے تجھے بعد میں تلقین کئے ہیں؟

فج اعوج:

مدعا علیہ لکھتا ہے:

” اگر فج اعوج کے زمانہ میں ایسا خیال دلوں میں ہو گیا تھا کہ  
حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو وہ قابل سند نہیں ہے۔“  
(ضمیمہ براہین بیجم ص ۱۱۹ خزائن ۲۸۳ ج ۲۱)

” افسوس کہ قرونِ ثلاثہ کے بعد بعض مسلمانوں کے فرقہ کا یہ  
مذہب ہو گیا تھا کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے محفوظ رہ کر  
آسمان پر زندہ چلے گئے، اور اب تک وہیں زندہ مع جسم غضری بیٹھے  
ہیں۔ ان پر موت نہیں آئی۔“

(حقیقت الہی حاشیہ ص ۵۹۔ خزائن ص ۱۱ ج ۲۲)

مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ:

○ اول تو تیرا یہ جھوٹ ہے کہ قرونِ ثلاثہ کے بعد یہ عقیدہ اختراع کیا  
گیا۔ کیونکہ تو خود اقرار کر چکا ہے کہ تیرہ صدیوں کے مسلمانوں کا یہی عقیدہ تھا  
جیسا کہ پہلے باب میں نقل کیا جا چکا ہے:

(مانوفاٹ ص ۳ ج ۱۰)

○ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو صحابی ہیں، اور وہ مسجد  
نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بر ملا اس کا اعلان کیا  
کرتے تھے۔ اور کسی صحابی نے ان کو اس پر نہیں ٹوکا، لیکن تو نے ان کو اس  
جرم میں جگہ جگہ غبی اور نادان کا خطاب دیا۔

○ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں تو لکھتا ہے:

” حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ جانتے ہو کہ صحابہ میں کس قدر بڑا ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا، اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمرؓ کے سایہ سے بھانکتا ہے۔ دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا، تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں، اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۲۳۵۔ خزائن ۲۱۹ ج ۳)

یہی عمر رضی اللہ عنہ تھے جو تیرے اقرار کی مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کا اعلان فرما رہے تھے۔

(تخفہ بغداد ص ۳۸۔ خزائن ۵۸۱ ج ۱۵)

اس لئے کہ انہوں نے حدیث صحیح کے مطابق جب آنحضرت ﷺ سے ابن صیاد کے قتل کی اجازت چاہی تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ان یکن ہو فلست صاحبہ، انما صاحبہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔“

(مسند احمد ۳: ۳۶۸۔ مشکل الآثار ۳: ۹۷۔ مجمع الزوائد ۸: ۳-۴)

○ اور امام ابو حنیفہؒ جن کے بارے میں تو لکھتا ہے:

”امام اعظم کوئی رضی اللہ عنہ اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل و اعلیٰ تھے، اور ان کی خدا داد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت و عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے۔ اور ان کی قوت مدد کہ کو قرآن شریف کے سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی۔ اور ان کی فطرت کو کلام الہی سے ایک خاص مناسبت تھی۔ اور عرفان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے۔“

اسی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ان کے لئے وہ درجہ علیا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے، سبحان اللہ! اس زیرک اور ربانی امام نے.....

(ازالہ ص ۵۳۰ - خزائن ص ۳۸۵ ج ۳)

اپنے رسالہ ”الفقہ الاکبر“ میں فرمایا ہے (اور اسی پر اپنے رسالہ کو ختم فرمایا ہے):

”وخرج الدجال وياجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها و نزول عيسى عليه السلام من السماء وسائر علامات يوم القيامة على ماوردت به الاخبار الصحيحة حق كائن- والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم“

(شرح فقہ اکبر: ملا علی قاری ص ۱۳۶ مطبوعہ مجبائی ۱۳۲۸ھ)

ترجمہ: دجال کا اور یاجوج و ماجوج کا نکلنا، آفتاب کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دیگر علامات قیامت، جیسا کہ احادیث صحیحہ ان میں وارد ہوئی ہیں، سب برحق ہیں۔ ضرور ہو کر رہیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں صراط مستقیم کی۔

○ پھر گزشتہ صدیوں کے اکابرین امت و مجددین ملت سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ رکھتے آئے ہیں، کیا تیرے نزدیک یہ سب ”فنج اعوج“ تھے؟ اور دور قدیم کے فلاسفہ و ملاحدہ اور دور حاضر کے نیچری اور ملحد و بے دین جو تجھ سے بھی پہلے مسیح علیہ السلام کے منکر تھے وہ تیرے نزدیک مجددین امت کے مقابلہ میں حق پر ہیں؟

○ اور پھر تو نے جب دعوائے ملہمیت و مجددیت کے باوجود براہین میں یہ

عقیدہ لکھا تھا تو کیا ”فج اعوج“ کی تقلید میں لکھا تھا؟ لہذا تو ”اعوج الاعوج“ ٹھہرا تیرا مہمیت و مجددیت کا دعویٰ باطل ٹھہرا کیسی جرات ہے کہ جو عقیدہ آنحضرت ﷺ سے صحابہ کرام سے، ائمہ دین، مجددین امت سے، علمائے ربانیین سے تواتر و تسلسل کے ساتھ چلا آتا ہے اس کو ”فج اعوج“ کا عقیدہ کہا جائے؟

## اسلام کی موت

مدعا علیہ لکھتا ہے:

”عیسیٰ کی موت اسلام کی زندگی ہے۔ اور عیسیٰ کی زندگی اسلام کی

موت ہے۔“

(ضمیمہ براہین نبیہ ص ۲۳۱ خزائن ص ۴۰۶ ج ۲۱)

مدعا علیہ کا دعویٰ قطعاً غلط ہے۔ اس لئے کہ سلف صالحین حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اس کے باوجود اسلام غالب و سر بلند تھا۔ اور تمام مذاہب اس کے سامنے سرنگوں تھے، اور جب سے چودھویں صدی کے نانم ملحدوں سے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر لٹکائے جانے کا عقیدہ منوالیا اور وفات مسیح کا ”نیانسٹہ“ تجویز کیا گیا جب سے اسلام مغلوب ہو رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی عقائد کو برحق ماننے میں اسلام کی زندگی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسلام کے مسلمہ عقائد سے انحراف کیا ان کے دل میں اسلام کی موت واقع ہو گئی۔

علاوہ ازیں مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ کیا تو نے براہین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ درج کر کے اسلام کی موت پر دستخط کئے تھے؟ اور کیا تجھے اسلام کی موت پر دستخط کرنے کے لئے ملہم و مجدد بنایا گیا تھا؟

## بت پرستی

مدعا علیہ لکھتا ہے :

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، اور ان کا زندہ آسمان پر مع جسم غضری کے جانا اور پھر کسی وقت مع جسم غضری کی زمین پر آنا یہ سب ان پر ہتھتیں ہیں۔ افسوس! کہ اسلام بت پرستی سے بہت دور تھا، لیکن آخر کار اسلام میں بھی بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ کو ایسی خصوصیتیں دی گئیں جو دوسرے نبیوں میں نہیں پائی جاتیں۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو اس قسم کی بت پرستی سے رہائی بخشنے۔“

(ضمیمہ براہین پنجم ص ۲۳۰۔ خزائن ص ۳۰۶ ج ۲۱)

مدعا علیہ سے دریافت کیا جائے کہ کسی نبی میں ایسی خصوصیت تسلیم کرنا، جو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام میں نہ پائی جاتی ہوں اگر اسی کا نام (نعوذ باللہ) بت پرستی ہے تو آنحضرت ﷺ کے خصائص کو تسلیم کرنا بھی بت پرستی ہوگا۔ (نعوذ باللہ) کیا کوئی صحیح العقل آدمی ایسی بات کہہ سکتا ہے؟

علاوہ ازیں براہین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول کا عقیدہ درج کر کے تو نے خود بت پرستی کا سنگ بنیاد رکھا، کیا ایسا بت پرست مشرک، ملہم و مجدد ہو سکتا ہے؟



میں نے ان بارہ نمبروں میں ارباب عقل و فہم کی عدالت انصاف میں مدعا علیہ کے جو اقتباسات پیش کئے ہیں ان کو عدل و انصاف کی ترازو میں تول کر فیصلہ کیا جائے کہ کیا مدعا علیہ کے یہ سارے فتوے خود اس پر عائد نہیں ہوتے؟ اور کیا ایسا شخص ملہم و مجدد تو کجا؟ معمولی ویانت و لمانت کا شخص بھی ہو سکتا ہے؟

## باب ششم

### مدعا علیہ کی دو گستاخیاں

مدعا علیہ نے اسلامی عقیدہ ”نزول مسیح“ کے ساتھ جو گستاخیاں کی ہیں ان کی فہرست طویل ہے، لیکن اس کے چند نمونے باب پنجم میں پیش کئے گئے۔ بزعم خود ”مسیح موعود“ کی مسند پر فائز ہو کر مدعا علیہ نے سیدنا عیسیٰ بن مریم روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں جو جگر شکاف گستاخیاں کی ہیں ان پر مستقل رسائل لکھے جا چکے ہیں، اور یہ ناکارہ بھی اپنے رسالہ ”مرزا غلام احمد کے وجوہات کفر“ میں ان کے نمونے نقل کر چکا ہے، یہاں موضوع کی مناسبت سے مدعا علیہ کی دو گستاخیاں نقل کرنا چاہتا ہوں، جن سے مدعا علیہ کی عقل و فہم اور دین و دیانت کے بارے میں فیصلہ کرنا آسان ہوگا۔

### پہلی گستاخی

#### یہود کے نقش قدم پر، قتل مسیح کا دعویٰ

سورہ النساء کے بائیسویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بڑے بڑے جرائم کی فہرست دی ہے۔ مثلاً: ”عمد شکنی، کفر بایات اللہ، قتل انبیاء حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی وغیرہ وغیرہ“ اسی ضمن میں ان کا یہ جرم بھی ذکر فرمایا گیا ہے:

”وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذین اختلفوا فیہ

لفی شک منه، مالہم بہ من علم الا اتباع الظن، وماقتلوه  
یقیناً" ○ بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً "حکیمًا"۔

(النساء: ۱۵۷)

”ترجمہ: اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ  
بن مریم کو جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے، قتل کر دیا۔ حالانکہ انہوں نے  
نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور  
جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں، ان  
کے پاس اس امر پر کوئی دلیل نہیں، بجز تخمینہ باتوں پر عمل کرنے کے،  
اور انہوں نے ان کو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا بلکہ ان کو خدائے  
تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے  
ہیں۔“

(ترجمہ حضرت تھانوی)

یعنی یہود کا یہ دعویٰ کہ ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا،  
اگرچہ خلاف واقعہ ہے، لیکن ایک نبی کے قتل کا دعویٰ کرنا بھی ان کے کفر و  
ملعونیت کا موجب ہوا۔ یہود جس نبی (مسیح بن مریم علیہ السلام) کے قتل کا جھوٹا  
دعویٰ کر کے کافر و ملعون ہوئے عجائبات میں سے ہے کہ ہمارا مدعا علیہ مرزا غلام  
احمد قادیانی بھی اسی نبی (مسیح بن مریم علیہ السلام) کے قتل کا جھوٹا دعویٰ کرتا  
ہے، مرزا قادیانی کے ملفوظات میں ہے:

”اصل میں ہمارا وجود دو باتوں کے لئے ہے، ایک تو ایک نبی کو

مارنے کے لئے، دوسرا شیطان کو مارنے کے لئے۔“

”حضرت عیسیٰ مرچکے ہیں۔۔۔ مگر شیطان کا مرنا ابھی باقی ہے۔“

(ملفوظات، ص ۶۰ ج ۱۰ مطبوعہ لندن)

مدعا علیہ کا ایک مرید قاضی ظہور الدین اکمل اپنے ایک نعتیہ قصیدہ میں،

جو اس نے مدعا علیہ کی مدح میں لکھا تھا، مدعا علیہ کے اس کارنامے کو اس کی نبوت کا معجزہ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

بھلا اس معجزے سے بڑھ کے کیا ہو؟  
خدا اک قوم کا مارا جہاں میں

(اخبار بدر جلد ۲، نمبر ۳۳، مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

مندرجہ بالا لطیفہ سے چند دلچسپ باتیں معلوم ہوں:

○ یہود کی حضرت مسیح علیہ السلام سے عداوت اور دشمنی تو معروف ہے۔ لیکن ہمارے مدعا علیہ کی ان سے عداوت مندرجہ بالا اقتباس سے عیاں ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اور شیطان دونوں کو ایک ہی لائن میں کھڑے کر کے دونوں کے قتل کے درپے ہے۔ معاذ اللہ!

○ یہود کو دھوکا ہوا تھا کہ ایک شخص کو حضرت مسیح علیہ السلام کے اشتباہ میں سولی پر چڑھا کر سمجھ لیا کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا۔ اور ہمارے مدعا علیہ کے چند عقل مندوں نے دیوانہ گفت و بالہ باور کردہ کے مطابق ”مسیح“ مان لیا، جس سے مدعا علیہ کو خیال ہوا کہ اگر مسیح علیہ السلام زندہ ہوتے تو یہ عقلمند مجھے ”مسیح“ کیوں مان لیتے؟ لہذا اس نے بھی اعلان کر دیا کہ میں نے مسیح بن مریم رسول اللہ کو مار دیا۔ (اور مدعا علیہ نے انہیں سری نگر کے محلہ خانیار کی ایک قبر میں دفن بھی کر دیا) مگر مدعا علیہ دانشمندیوں کا قول بھول گیا۔ شاید اسی کے بارے میں کہا گیا تھا:

صاحب خبرے بنما گوہر خورا  
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

(ترجمہ):

”اپنا جوہر کسی ”صاحب خبر“ کو دکھا! چند گدھوں کے

تصدیق کر دینے سے عیسیٰ نہیں بن جایا کرتے۔



”خرے چند“ کی تصدیق سے وہ یہ سمجھ بیٹھا کہ شاید وہ سچ مچ عیسیٰ بن گیا ہے، اور چونکہ وہ خود عیسیٰ بن گیا ہے لہذا فرض کر لینا چاہیے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام اب بھی زندہ ہیں، اور اقوام عالم کی نظر میں مدعا علیہ کا یہ دعویٰ گویا مشترک (اونٹ کے پاؤ) کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

○ جس طرح یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام تک رسائی نہ ہونے کے باوجود فخراً ”یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ ہم نے مسیح بن مریم رسول اللہ“ کو قتل کر دیا، اسی طرح ہمارے مدعا علیہ نے بھی یہود کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بطور فخر یہ جھوٹا دعویٰ ہانک دیا کہ ”میرا وجود ایک نبی کو قتل کرنے کے لئے ہے۔ اور حضرت عیسیٰ مرچکے ہیں۔“

○ اب قرآن مجید کی وہ آیت جو اوپر نقل کر چکا ہوں ہمارے مدعا علیہ کو سامنے رکھ کر دوبارہ تلاوت فرمائیے، اور قرآن کریم کی زبان سے یہود اور ہمارے مدعا علیہ دونوں کے کفر و ملعونیت کا اعلان سماعت فرمائیے۔

○

## دوسری گستاخی

نزول مسیح کا عقیدہ کسی پر منکشف نہیں ہوا

باب اول میں مدعا علیہ --- مرزا غلام احمد قادیانی --- کی تحریروں سے معلوم ہو چکا ہے کہ پہلے کے تمام مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری پر ایمان رکھتے تھے، اور خود مدعا علیہ کا بھی اسی پر ایمان تھا، ۱۸۹۱ء میں جب مدعا علیہ کو ”مسیح موعود“ بنانے کا الہام ہوا تو مدعا علیہ نے ”مسیح موعود“ کی مسند پر قدم رکھتے ہی اعلان کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں --- اس پر سوال پیدا ہوا کہ تیرہ صدیوں کے اکابر امت، سلف صالحین، ائمہ دین، مجددین کے سامنے قرآن کریم بھی موجود تھا، آنحضرت ﷺ کی احادیث شریفہ کا پورا ذخیرہ بھی ان کے سامنے تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار بھی موجود تھے، ان کو یہ بات کیوں نہ سوجھی کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور ”نزول مسیح“ کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر کوئی دوسرا شخص آئے گا۔ اور وہ ”مسیح موعود“ ہونے کا دعویٰ کرے گا؟

مدعا علیہ نے اس اشکال کا حل یہ نکالا کہ مدعا علیہ سے پہلے کسی پر یہ عقیدہ کھلا ہی نہیں، مدعا علیہ پہلا شخص ہے جس پر اس عقیدے کا راز کھلا، ورنہ اس سے پہلے کسی کو اس کی حقیقت کا علم ہی نہیں تھا۔ ذیل میں مدعا علیہ کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے :

مسلمانوں نے نزول مسیح کی حقیقت کو نہیں سمجھا

○ والہمت وعلمت من لدنہ ان النزول فی اصل

مفہومہ حق' ولكن ما فهم المسلمون حقيقته لان الله تعالى ارادا خفائه' فغلب قضاءه ومكرهه و ابتلائه على الافهام' فصرف وجوههم عن الحقيقة الروحانية الى الخيالات الجسمانية' فكانوا بها من القانعين' وبقي هذا الخبر مكتوما مستورا' كالحب في السنبلة قرنا بعرا' حتى جاء زماننا... فكشف الله الحقيقة علينا-

(آئینہ کلمات اسلام۔ خزائن ص ۵۵۲ ج ۵)

ترجمہ ”مجھے الہام کیا گیا اور بتایا گیا کہ نزول مسیح اپنے اصل مفہوم میں برحق ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اس کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پوشیدہ رکھنے کا ارادہ کیا، پس اس کی قضا' اس کی خفیہ تدبیر اور اس کا ابتلا فہموں پر غالب آگیا، پس اس نے ان کے چہروں کو روحانی حقیقت سے جسمانی خیالات کی طرف پھیر دیا، پس وہ اسی پر قانع ہو گئے، اور یہ خبر (کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ نازل ہوں گے) قرنا" بعد قرن اسی طرح پوشیدہ راز رہا، جس طرح خوشے میں دانہ چھپا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارا زمانہ آیا.... پس اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت ہم پر کھول دی۔“

○ ”اسی طرح مسیح کی حیات کا مسئلہ بھی ایک عجیب سر ہے ... باوجود اس قدر آشکارا ہونے کے خدا تعالیٰ نے اس کو مخفی کر لیا، اور آنے والے موعود کے لئے اس کو مخفی رکھا چنانچہ وہ آیا تو اس نے اس راز کو ظاہر کیا۔“

(مانو غلات ص ۲۲۲ ج ۵)

○ ”یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ جب چاہتا ہے کسی بھید کو مخفی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی طرح اس نے اس بھید کو اپنے وقت تک مخفی رکھا مگر اب جبکہ آنے والا آگیا اور اس کے ہاتھ میں اس سر کی کلید تھی اس نے اسے کھول کر

دکھایا۔“

(مانوفزات ص ۳۳۳ ج ۸)

○ ”یا اخوان هذا الامر الذي اخفا الله من اعين القرون الاولى، وجلّى تفاصيله في وقتنا هذا“ يخفى مايشاء وبيدى مايشاء۔“

(آئینہ کلمات اسلام۔ خزائن ص ۳۲۶ ج ۵)

ترجمہ۔ ”بھائیو! یہ وہی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلی صدیوں کے لوگوں کی آنکھ سے پوشیدہ رکھا، اور اس کی تفصیلات ہمارے اس وقت میں ظاہر کر دیں۔ وہ جس چیز کو چاہے پوشیدہ رکھے، اور جس چیز کو چاہے ظاہر کر دے۔“

سلف صالحین صحابہ و تابعین کو بھی حقیقت معلوم نہیں

تھی

○ ”ماکان ایمان الاخيار من الصحابة والتابعين بنزول المسيح عليه السلام الا اجماليا“ وکانوا یومنون بالنزول اجمالا۔“

(تحفہ بغداد ص ۷۔ خزائن ص ۸۔ ج ۷)

ترجمہ۔ ”اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں صحابہ و تابعین کا ایمان نزول مسیح علیہ السلام پر صرف اجمالی تھا۔ اور وہ اجمالی طور پر نزول پر ایمان رکھتے تھے۔“

○ ”واما السلف الصالح فماتکلموا فی هذه المسئلة تفصيلا“ بل آمنوا مجملا بان المسيح عيسى بن مريم قد توفي كماورد في القرآن، وآمنوا بمجدد ياتي من هذه الامة في آخر الزمان عند غلبة النصارى على وحه الارض اسمه عيسى بن مريم“

(حجۃ البشری ص ۱۸۔ خزائن ۱۹۸ ج ۷)

ترجمہ۔ ”سلف صالحین نے اس مسئلہ میں تفصیلاً ”گفتگو نہیں کی بلکہ وہ اجمالی ایمان لے آئے کہ عیسیٰ بن مریم کی وفات ہو گئی ہے، جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ اور وہ ایک مجدد پر ایمان لائے جو اس امت سے آخری زمانہ میں آئے گا۔ روئے زمین پر نصاریٰ کے غلبہ کے وقت۔ اس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا۔“

آنحضرت ﷺ کو بھی اس کی حقیقت تک رسائی نہ ہوئی

”اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ، بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبہو منکشف نہ ہوئی ہو... تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔“

(ازالہ اوہام ص ۶۹۱۔ خزائن ص ۴۷۳ ج ۳)

۴۔ خود عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول مسیح کی حقیقت کو نہیں سمجھے

باب اول میں ”ازالہ اوہام“ کے حوالہ سے مدعا علیہ کی یہ تحریر گزر چکی ہے کہ:

○ ”مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے۔ جس کو سب نے بلا تفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی، تو اتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے، انجیل بھی اس کی صدق ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۵۵۷۔ خزائن ص ۳۰۰ ج ۳)

گویا مدعا علیہ تسلیم کرتا ہے کہ انجیل میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دوبارہ تشریف لانے کی پیش گوئی فرمائی ہے جو آنحضرت ﷺ کی

اس پیش گوئی کی تصدیق کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔ لیکن مدعا علیہ کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی اپنی پیش گوئی کی حقیقت ظاہر نہیں ہوئی۔ اور انہوں نے بھی اپنے دوبارہ آنے کا مطلب نہیں سمجھا، ملاحظہ فرمائیے :

○ ”بعض وقت نبی کو اجتہاد اور تفہیم الہام میں غلطی ہو جاتی ہے۔ یہ غلطی اگر احکام دین کے متعلق ہو تو ان کو فوراً متنبہ کر دیا جاتا ہے، لیکن دوسرے امور میں ضروری نہیں کہ وہ اطلاع دئے جاویں، پس اس لئے یہ بات ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے دوبارہ آنے کے بارے میں جو الہامات ہوئے خود انہوں نے بھی اسے حقیقی معنوں پر حاصل کر لیا ہو۔“

(مانوطات ص ۱۰۹ ج ۷)

○ ”یہ امر بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یسوع کا اناجیل میں یہ وعدہ کہ وہ خود دوبارہ آئے گا اس کے مشیل کی آمد سے پورا ہو چکا ہے۔ اول تو یہ امر بھی ناممکن نہیں کہ مسیح کو اپنی آمد ثانی کے معنی سمجھنے میں پہلے غلطی لگی ہو اور بجائے روحانی آمد سمجھنے کے اس نے جسمانی آمد اس سے سمجھ لی ہو۔ اجتہاد میں ایسی غلطی اس کے مسیح ہونے کے دعوے کی کسی طرح منافی نہیں اور اس کی مثالیں خود اناجیل میں موجود ہیں اگرچہ وہ غلطی قائم نہیں رہی بلکہ خدا تعالیٰ اس کو بعد میں رفع کر دیتا ہے۔ . . . ایسا ہی ممکن ہے کہ اس نے پہلے آمد ثانی کے معنی غلط سمجھے ہوں، لیکن بعد میں اس خیال کی اصلاح ہو گئی ہو۔“

(ریویو آف ریلیجز جلد ۳ نمبر ۸ بابت ماہ اگست ۱۹۰۳ء ص ۲۸۱)

پہلے اللہ تعالیٰ نے بھی نہیں سمجھا

گزشتہ اقتباسات میں مدعا علیہ نے تیرہ صدیوں کے اکابر امت پر، سلف

صالحین صحابہ و تابعین پر، آنحضرت ﷺ پر اور خود صاحب واقعہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر ”حقیقت ناشناسی“ کا فتویٰ صادر کیا کہ ان میں سے کسی نے ”نزول مسیح“ کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اور وہ سب کے سب ایک غلط عقیدے پر قائم رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔

اس سے زیادہ دل چسپ مدعا علیہ کا یہ دعویٰ ہے کہ نعوذ باللہ پہلے اللہ تعالیٰ کو غلط فہمی رہی، اور اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ: ”ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ“ (الف ۱۰) میں مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری کی پیش گوئی بھی فرمادی، اور مدعا علیہ کو بھی بتادیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں۔ جیسا کہ مدعا علیہ کی اس تحریر سے واضح ہے۔:

”لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔ اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت متشابہ واقع ہوئی ہے۔ . . . سو چونکہ اس عاجز کی حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے۔ اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداءً اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور مصداق ہے، اور یہ عاجز روحانی اور معنوی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔“

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۳۹۸-۳۹۹)

مدعا علیہ کے اس حوالے سے واضح ہے کہ:

○ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اللہ تعالیٰ کے علم میں یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے۔

○ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ میں ان کی دوبارہ آمد کی پیش گوئی بھی مدعا

علیہ کے دنیا میں آنے سے ۱۳ سو سال پہلے فرما رکھی تھی۔

○ اللہ تعالیٰ نے مدعا علیہ پر بھی ظاہر کر دیا تھا کہ ”حضرت مسیح علیہ السلام اس آیت شریفہ کی پیش گوئی کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہیں۔“

○ اللہ تعالیٰ نے مدعا علیہ پر یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ یہ پیش گوئی بلا شرکت غیرے تیرے حق میں نہیں۔ البتہ تجھ کو (یعنی مدعا علیہ کو) بھی مسیح کی پیش گوئی میں شریک کر دیا گیا ہے۔

○ اور اس شراکت کی صورت بھی اللہ تعالیٰ نے بتادی تھی کہ مسیح علیہ السلام ظاہری اور جسمانی طور پر اس پیش گوئی کو پورا کریں گے، اور روحانی اور معنوی طور پر تو اس کا مورد ہے۔

خلاصہ یہ کہ مدعا علیہ جس زمانے میں براہین احمدیہ میں آیت شریفہ اور اپنے الہامات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھتے تھے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کو یہی معلوم تھا کہ یہ پیش گوئی ظاہری اور جسمانی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے اور وہ خود بنفس نفیس نزول اجلال فرمائیں گے۔ لیکن شاید ۱۸۹۱ء سے کچھ دن پہلے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوا کہ ”اوہو! عیسیٰ علیہ السلام کا تو انتقال ہو چکا ہے، وہ ظاہری اور جسمانی طور پر دوبارہ کیسے آسکتے ہیں؟ لہذا مدعا علیہ کو فوراً ”الہام خاص“ کے ذریعہ اطلاع دی کہ:

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے، اور مسیح کا چارج

اب بلا شرکت غیرے تیرے سپرد کیا جاتا ہے۔“

۱۸۹۱ء میں مدعا علیہ کو جو ”خاص الہام“ ہوا اس کے الفاظ مدعا علیہ کے

بقول یہ تھے:

”اس نے (اللہ تعالیٰ نے) مجھے بھیجا ہے، اور میرے پر اپنے خاص



الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے، چنانچہ اس کا الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے، اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے، وکان امر اللہ مفعولاً۔“

(تذکرہ طبع سوم ص ۱۸۳۔ بحوالہ ازالہ ادہام ۵۶۱۔ خزائن ص ۳۰۲ ج ۳)

مدعا علیہ کے اس ”خاص الہام“ کا مطلب یہ ہے کہ ۱۸۹۱ء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو خبر دی تھی وہ بھی نعوذ باللہ غلط فہمی پر مبنی تھی، اور مدعا علیہ کو بذریعہ الہامات براہین احمدیہ کے زمانے میں جو کچھ بتایا گیا تھا وہ بھی غلط فہمی پر تھا، گویا مرزا محمود کے بقول ”نزول مسیح“ کا مسئلہ اللہ تعالیٰ پر ۱۸۹۱ء میں کھلا، جس کی اللہ تعالیٰ نے مدعا علیہ کو ”اپنے خاص الہام“ کے ذریعہ فوراً اطلاع دی۔

اب اہل عقل و دیانت کی عدالت فہم انصاف سے دریافت کرتا ہوں کہ :  
○ مدعا علیہ کا یہ خاص الہام، جو اس کو ۱۸۹۱ء میں ہوا، اور جس میں اس کو ”موت مسیح“ کی اطلاع دی گئی کیا اس کو ”رحمانی الہام“ کہا جائے گا یا شیطانی القاء؟

○ اور کیا کسی صاحب عقل و ایمان کے لئے ایسے ”شیطانی الہام“ پر ایمان لانا جائز ہوگا جس کی رو سے تمام اولیاء اللہ اور اہل کشف و الہام کو، سلف صالحین صحابہ و تابعین کو، آنحضرت ﷺ کو، حضرت مسیح علیہ السلام کو، بلکہ اس الہام سے پہلے خود حق تعالیٰ شانہ کو ”حقیقت ناشناس“ قرار دیا گیا ہو؟

○ اور اہل عقل و فہم یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ مدعا علیہ کا یہ ”خاص الہام“ جو اس کو ۱۸۹۱ء میں ہوا، اگر اس کو بھی نعوذ باللہ ”رحمانی الہام“ قرار دیا جائے تو ”شیطانی الہام“ کس کو کہتے ہیں؟ انصاف! خدارا انصاف!!

## مدعا علیہ کا بہتان اور تہمت تراشی:

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مدعا علیہ کے جو حوالے اوپر نقل کئے گئے ہیں کہ اکابر امت میں سے کسی کو بھی ”نزل مسیح“ کی حقیقت معلوم نہیں تھی۔ نہ صحابہؓ، تابعینؓ کو، نہ آنحضرت ﷺ کو، نہ عیسیٰ علیہ السلام کو، بلکہ ۱۸۹۱ء کے ”خاص الہام“ سے پہلے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو ٹھیک پتہ نہیں تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام خود آئیں گے؟ یا ان کی جگہ مدعا علیہ کو ”مسیح موعود“ بنایا جائے گا؟ مدعا علیہ کے یہ ہولناک دعوے خالص بہتان اور تہمت تراشی ہیں۔ مدعا علیہ کے ان حوالوں کو پڑھ کر ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ پکار اٹھے:

سبحنک هذا بہتان عظیم۔

حضرات اہل علم تو اس بہتان کی تردید کے محتاج نہیں۔ تاہم عام مسلمانوں کی خدمت میں چند نکات پیش کرتا ہوں، ان کو سامنے رکھ کر ہر شخص آسانی کے ساتھ مدعا علیہ کی بہتان تراشی کا فیصلہ کر سکتا ہے وہ نکات یہ ہیں:

○ آنحضرت ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بالمشافہ ملاقات اور گفتگو ہوئی ہے، شب معراج میں آنحضرت ﷺ نے ان کو بہ چشم خود دیکھا، صحابہ کرامؓ سے ان کا حلیہ بیان فرمایا۔ اور ٹھیک اسی حلیہ کے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے نازل ہونے کی صحابہ کرامؓ کو خبر دی۔

○ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ تقریر، جو انہوں نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مجمع میں فرمائی تھی، صحابہ کرامؓ کے سامنے نقل کی۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

”میرے ساتھ میرے رب کا عہد ہے کہ آخری زمانے میں دوچار نکلے گا تو میں نازل ہو کر اس کو قتل کروں گا۔“

○ آنحضرت ﷺ نے ان کے زمانہ نزول کی اہم تفصیلات بھی ارشاد فرمائیں۔

یہ تمام امور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، اور صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کے تمام اکابر امت ان پر ایمان رکھتے آئے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ہر بات برحق ہے، ہالیہ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے، مگر یہ ممکن نہیں کہ جو بات آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہو وہ غلط ہو جائے۔ چنانچہ خود مدعا علیہ کو بھی اس کا اقرار ہے کہ:

”اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ میں تخلف ہو۔“  
(حقیقتہ الوریٰ ص ۱۹۳۔ خزائن ص ۲۰۰ ج ۲۲)

اب میں اہل عقل و فہم اور اہل دیانت و انصاف کے سامنے مندرجہ بالا تینوں نکات پر مشتمل احادیث صحیحہ پیش کرتا ہوں:

### حدیث اول:

”عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عرض علی الانبیاء فاذا موسىٰ علیہ السلام ضرب من الرجال کا نہ من رجال شنوة ورائیت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فاذا اقرب من رائیت به شبها عروة بن مسعود ورائیت ابراہیم فرائیت اقرب الناس به شبها“ صاحبکم یعنی نفسه .....“

(صحیح ابن حبان (الاحسان) ص ۴۳ ج ۹۔ صحیح مسلم ص ۹۵ ج ۱۔

مسند احمد ص ۳۳۴ ج ۳۔ مسند ابوعوانہ ص ۱۳۰ ج ۱۔ مشکوٰۃ ص ۵۰۸۔

کنز العمال ص ۵۰۶ ج ۱۱۔ رقم ۳۲۳۷۰۔ شرح السنن للبخاری ص ۲۲۷ ج ۱۳)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام عظیم السلام میرے سامنے پیش کئے گئے (اور ان سے میرا تعارف کرایا گیا) تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دبلے پتلے طویل القامت آدمی ہیں، کیونکہ قبیلہ شنوہ کے لوگوں میں سے ہیں۔ اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان تمام لوگوں سے، جن کو میں نے دیکھا ہے، ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت عروہ بن مسعود کو ہے۔ اور میں نے (اپنے جد امجد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت تمہارے رفیق یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو ہے۔“

### حدیث دوم:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لیلۃ اسری بی وضعت قدمی حیث توضع اقدام الانبیاء من بیت المقدس فعرض علی عیسیٰ بن مریم قال فاذا اقرب الناس بہ شبہا عروہ بن مسعود۔ (مسند احمد ۵۲۸ ج ۲ مجمع الزوائد ۶۶ ج ۱)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں، میں نے وہاں قدم رکھا جہاں بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہ السلام کے قدم واقع ہوئے تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میرے سامنے پیش کئے گئے، تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ قریب تر مشابہت سب لوگوں سے زیادہ عروہ بن مسعود کو ہے۔“

### حدیث سوم:

”عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج الدجال فی امتی، فیمکہ

اربعین ... لا ادری اربعین یوما" او اربعین شہرا" ... او اربعین عاماً۔ فیبعث اللہ عیسیٰ ابن مریم کانه عروہ بن مسعود فیطلبہ فیہلکہ۔" (صحیح مسلم ص ۴۰۳ ج ۲)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دجال میری امت میں نکلے گا، پس چالیس تک زمین رہے گا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے چالیس دن فرمایا، یا چالیس مہینے، یا چالیس سال۔" — پس اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بھیجیں گے، گویا وہ عروہ بن مسعود ہیں پس وہ اس کے تعاقب میں نکلیں گے، پس اس کو ہلاک کر دیں گے۔"

### حدیث چہارم:

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیث لیت لیت اسری بی ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ قال فتذا کروا امر الساعة فردوا امرہم الی ابراہیم فقال لا علم لی بہا فردوا الی موسیٰ فقال لا علم لی بہا فردوا الی عیسیٰ فقال اما وجبتہا فلا یعلمہا الا اللہ تعالیٰ ذالک و فیما عہد الی ربی عزوجل ان الدجال خارج قال ومعی قضیبان فاذا رآنی ذاب کما ینوب الرصاص قال فیہلکہ اللہ (وفی روایة ابن ماجہ قال: فانزل فاقتلہ) ..... الی قوله ..... ففیما عہد الی ربی عزوجل ان ذالک اذا کان کذاک فان الساعة کالحامل المتم التی لایدری متی تفجاء ہم بولادہا لیلا اونہاراً۔

(ابن ماجہ ص ۳۰۹، مسند احمد ص ۳۷۵ ج ۱، ابن جریر ص ۷۲ ج ۱۷)

مشترک حاکم ص ۳۸۸ ج ۴، فتح الباری ص ۷۹ ج ۱۳، درمنثور ۳۲۶ ج ۴)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (اور دیگر انبیاء کرام) علیہم السلام سے ہوئی، مجلس میں قیامت کا تذکرہ آیا (کہ قیامت کب آئے گی؟) سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، انہوں نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا، انہوں نے بھی فرمایا مجھے علم نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ قیامت کا ٹھیک وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی معلوم نہیں۔ اور میرے رب عزوجل کا مجھ سے ایک عہد ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا تو میں نازل ہو کر اس کو قتل کروں گا۔ میرے ہاتھ میں دو شاخیں ہوں گی۔ پس جب وہ مجھے دیکھے گا تو پیسے کی طرح پھٹنے لگے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دیں گے (آگے یا جوج ما جوج کے خروج اور ان کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا) پس میرے رب کا جو مجھ سے عہد ہے وہ یہ ہے کہ جب یہ ساری باتیں ہو چکیں گی تو قیامت کی مثال پورے دنوں کی حاملہ کی ہوگی جس کے بارے میں کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کس وقت اچانک اس کے وضع حمل کا وقت آجائے، رات میں یا دن میں۔“

حدیث پنجم:

”عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال :  
الانبياء اخوة لعلات، امہاتہم شتی و دینہم واحد، وانا اولی  
الناس بعیسیٰ بن مریم، لانه لم یکن بینی و بینہ نبی، وانه  
نازل واذرائیتموہ فاعرفوہ، رجل مربوع الی الحمرة  
والبیاض، علیہ ثوبان مصمران، کان راسہ یقطر وان لم یصبہ  
بلل، فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعو  
الناس الی الاسلام، فیہلک اللہ فی زمانہ الملل کلہا الا

الاسلام، ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال، وتقع الامنة على الارض حتى ترتع الا سود مع الابل والنمار مع البقر والذباب مع الغنم و تلعب الصبيان بالحيات فلا تضرهم، فيمكث اربعين سنة ثم يتوفى ويصلى عليه المسلمون۔

(ابن جرير طبری ۶ ص ۲۲، درمنثور ص ۲۳۲ ج ۲۔ مسند احمد ۳۰۶ ج ۲۔ ابوداؤد ص ۲۳۸ ج ۲۔ مصنف عبدالرزاق ص ۳۰۱ ج ۱۱۔ (باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔ صحیح ابن حبان (الاحسان) ص ۲۸۷ ج ۸ (حدیث نمبر ۶۷۷۵) موارد الضمان ص ۱۳۳ ج ۶۔ (نمبر ۱۹۰۲)۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں ”صحیح بلا تردد“ فتح الباری ص ۳۸۹۔ مرزا محمود احمد نے حقیقت السبوت ص ۱۹۲ میں اور مسٹر علی لاہوری نے السبوت فی الاسلام ص ۹۲ اس کو بطور استدلال نقل کیا ہے۔

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام علاقہ بھائی ہیں۔ ان کی شریعتیں تو مختلف ہیں۔ اور دین سب کا ایک ہے۔ اور مجھے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا (اس لئے انہوں نے میرے آنے کی بشارت دی) اور وہ ٹال ٹال ہوں گے۔ پس ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ قد میانہ، سرخی اور سفیدی ملا ہوا رنگ۔ دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے۔ سر سے گویا پانی ٹپک رہا ہوگا، گو پانی نہ ڈالا ہو۔ پس وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ موقوف کر دیں گے۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو مٹا دیں گے۔ صرف اسلام باقی رہ جائے گا۔ اور ان کے زمانہ میں مسیح و جال کو ہلاک کر دیں گے۔ اور روئے زمین پر امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔ یہاں تک شیر اونٹوں کے ساتھ چریں گے، چیتے گائے

بیلوں کے ساتھ، اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے، اور بچے ساپوں سے کھیلیں گے۔ اور وہ ان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام چالیس برس رہیں گے۔ پھر ان کی وفات ہوگی۔ اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔“

حدیث ششم:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قوله ” و انه لعلم للساعة“ قال نزول عیسیٰ ابن مریم من قبل یوم القیمة۔“

(صحیح ابن حبان (الاصح) ۲۸۸ ص ج ۱۔ موارد الظمان ص ۳۳۶ ج ۵

مجمع الزوائد ص ۱۰۳ ج ۷)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد خداوندی ”وانہ لعلم للساعة“ (الزرخرف: ۶۱) اور وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے یقین کا ذریعہ ہے) کی تفسیر میں فرمایا: کہ ”(اس سے مراد ہے) قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا۔“

ان احادیث صحیحہ کے نتائج پر غور فرمائیے:

پہلی اور دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پچشم خود دیکھا اور ان کا حلیہ شریفہ حضرات صحابہؓ کے سامنے بیان فرمایا۔ چنانچہ امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں اس حدیث پر یہ عنوان قائم فرمایا ہے:

”ذکر تشبیه المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ بن

مریم بعروۃ بن مسعود۔“

یعنی ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ

السالم کو عروہ بن مسعود کے ساتھ تشبیہ و تبارک۔“



چوتھی حدیث میں آنحضرت ﷺ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کا بالمشافہ سنا مذکور ہے، جو انبیاءِ علیم السلام کے مجمع میں انہوں نے فرمائی کہ ”میرے رب کا مجھ سے عہد ہے کہ آخری زمانہ میں دجال نکلے گا تو میں نازل ہو کر اس کو قتل کروں گا۔“ اس تقریر کو آنحضرت ﷺ صحابہ کرامؓ کے سامنے نقل فرماتے ہیں۔ اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نازل ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے عہد کر رکھا ہے، حضرات انبیاء کرام علیم السلام جس پر ایمان رکھتے ہیں، اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ جس کی تصدیق فرماتے ہیں۔

پانچویں حدیث میں آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان کارناموں کو ارشاد فرما رہے ہیں جو آسمان سے نازل ہونے کے بعد وہ آنحضرت ﷺ کے خادم کی حیثیت نے انجام دیں گے۔

اور چھٹی حدیث میں آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو علامات قیامت میں شمار کرتے ہوئے اس کو حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد کا مصداق قرار دیتے ہیں۔

انصاف فرمائیے کہ مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ نے بھی ”نزول عیسیٰ کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی بہتان عظیم ہو سکتا ہے؟